رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اصل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

اردو رسالہ ریویو آف ریلیجنز

ایڈیٹر:- قاضی محمد ظہور الدین - اکمل

نمبر ۹ | ستمبر سنہ ۱۹۲۴ء - مطابق صفر المظفر - سنہ ۱۳۴۲ ہجری | جلد ۲۳

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا

رسالہ کا مستقبل

معزز ناظرین! اس دفعہ میں نے لکھوائی اسقدر گنجان باریک کرائی ہے کہ ۲۷ صفحے کا مضمون ۴۸ صفحے میں آ گیا ہے۔ اگر آپ صاحبان خریداروں کی کافی تعداد مہیا کر سکتے تو یہ رسالہ پندرہ روزہ کر دیا جاتا مگر اب تو بجٹ میں روپے کا نقصان ہے اسلئے مجبوراً اکتوبر سے ۴۰ صفحہ کرنے پڑینگے اور کاغذ بھی ہلکا لگانا ہوگا بہت اپیلیں کر چکا ہوں کہ کم از کم ۵۰۰ مزید خریدار مہیا کر دیں مگر توجہ نہیں ہوتی۔ کیا میں کچھ امید رکھوں؟

محاکمہ مابین آریہ سماج و گاندھی

یہ معہود و لاجواب رسالہ جو ۲۲×۱۸/۸ کے سو صفحہ پر کتاب گھر نے شائع کیا ہے۔ منشی فضل حسین صاحب احمدی مہاجر کی تالیف منیف ہے۔ ماشاء اللہ چشم بد دور خوب لکھا ہے۔ پہلے منشی صاحب نے دیانند جی کی وہ غلطیاں اور غلط بیانیاں ایک ایک کر کے دکھائی ہیں جو آریوں کے سوامی صاحب نے جینی مذہب۔ ہندو مذہب۔ عیسائیت و اسلام کے مسائل کے متعلق باوجود دعوی ہمہ دانی عمداً یا ناواقفیت سے کی ہیں۔ یہ بیان ایسا مشرح اور سادہ ہے کہ مخالف کو مجال گریز نہیں رہتی اور گاندھی جی کے اس قول کی تصدیق کرنی پڑتی ہے کہ بانی آریہ سماج نے دیگر مذاہب کو غلط طور پر ظاہر کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں لائق مؤلف نے وید الہامی نہیں۔ دیانندی شائستگی اور ویدک تعلیم کے چند اختلافات بھی دکھائے ہیں۔ آریہ سماج کے بانی کی تاریخ دانی۔ سماج کے بانی کی غلط بیانی۔ آریہ سماج کے بانی کی اختلاف بیانی متعدد مثالوں سے واضح کی ہے یہ حصہ بھی نہایت دلچسپ اور مخالف پر حجت قاہرہ ہے کیونکہ حوالجات انہی کی کتابوں سے اخذ کئے گئے اور نہایت صفائی سے دئے گئے ہیں پھر تمام مذاہب کے متعلق بانی آریہ سماج کی بدزبانی دکھائی ہے اس انتخاب میں تو حد ہی کر دی ہے۔ پھر آریہ سماج کے ممبروں نے آپس میں ایکدوسری پر جو گند پھینکا ہے اسے دکھایا ہے انہی کے اخبارات و رسالوں کے حوالوں سے۔ اخیر میں وید لفظ بلفظ درست نہیں۔ ویدوں میں تحریف ایک نیا مضمون ہے جس میں لائق مؤلف کو پوری پوری کامیابی ہوئی ہے اور میں صدق دل سے اپنے عزیز دوست منشی فضل حسین اور اس رسالہ کے چھاپنے والے کو مبارکباد دے سکتا ہوں کہ دونو ایسی خدمت بجا لائے ہیں کہ جسکی سخت ضرورت تھی۔ آریہ سماج کے ممبران اور اپدیشک اور دیگر مذاہب کے حقیقت پرست وہ حق پسند اسے مطالعہ فرمائینگے تو بہت لابھ اٹھائینگے۔ قیمت ۸ آنہ۔ ہمارے احمدی احباب اور دیگر برادران اسلامی کو چاہیئے کہ اس رسالہ کی متعدد جلدیں خرید کر پھیلا دیں تاکہ حق کا ظہور و اظہار بطریق احسن ہو۔

چند اور کتابیں

مجھے معلوم ہوا ہے کہ مندرجہ ذیل کتابیں برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے حال ہی میں چھپوائی ہیں۔ احباب منگوا کر میرے معزز محسن بھائی کی مدد فرمائیں اور خود فائدہ اٹھائیں:-

محبت الٰہی -۶/ • تقریر اور خط -۳/ • فرائض مستورات -۲/ - ایک روپیہ کے دس • قبولیت دعا کے طریق -۲/ - ایک روپیہ کے دس • اسلامی نماز -۱/ - ایک روپیہ کے بارہ • ادعیۃ الرسول مترجم -۲/ • نیوگ شاستر -۲/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ تائید الاسلام کے اعتراضات کے جواب

اس وقت ہمارے سامنے رسالہ تائید الاسلام کے چار نمبر ہیں۔ ہمارا فرض ہوگا۔ کہ ان چار نمبروں کے اعتراضات کا مہذبانہ جواب لکھیں ممکن ہے کوئی سعید روح فائدہ حاصل کرلے۔ وما توفیقی الّا باللہ العلی العظیم ٭

ماہ مارچ کے رسالہ کا روئے سخن اس حصہ جماعت سے ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے دعوئ نبوّت سے منکر ہے۔ اور اسمیں وہی باتیں درج ہیں جن کے بارہا جواب دیئے جاچکے ہیں۔ مگر لھم قلوب لا یفقھون بھا ٭

پہلا اعتراض:۔ اس رسالہ میں جس اعتراض کا ہم سے بھی تعلق ہے۔ یوں بیان کیا گیا ہے "مرزا صاحب اپنی فضیلت تو حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بتاتے ہیں (دیکھو اخبار بدر مورخہ ۱۹ ۔ جولائی ۱۹۰۶ء) مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ جو میرے لئے نشان ظاہر ہوئے وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۰ پر حضرت نبی کریم صلعم کی نسبت لکھتے ہیں۔ تین ہزار معجزے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے" صـــ ۱۳

جواب:۔ وہ انسان جو محمد رسول اللہ صلعم کے متعلق لکھتا ہے:۔ ؎

"اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ — باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا — وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے — پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبےٰ یہی ہے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اس کا ہے محمد صلعم دلبر مرا یہی ہے"

اور فرماتا ہے ؎ "ندانم ہیچ نفسے در دو عالم — کہ دارد شوکت و شانِ محمد

سرے دارم فدائے خاکِ احمد — دلم ہر وقت قربانِ محمد

دگر استاد را نامے ندانم — کہ خواندم در دبستانِ محمد

بدیگر دلبرے کارے ندارم — کہ ہستم کشتۂ آنِ محمد

اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اپنے آپکو اس سرور دوجہان سے بڑا بناتا ہے۔ صریح کی افتراپردازی اور انتہائی کذب آفرینی نہیں تو اور کیا ہے۔ اوّل مَیں ان دو عبارتوں کو نقل کرتا ہوں۔ جن کی طرف اعتراض میں اشارہ ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اور جو میرے لئے نشان ظاہر ہوئے وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں اور کوئی مہینہ بغیر نشانوں کے نہیں گذرتا" (بدر ۱۹ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء)۔ پھر اسی مضمون میں لکھا ہے "صدہا نشانوں سے جو خدا کی طرف سے ظہور میں آچکے ہیں میری سچائی ثابت ہے" (بدر مذکور)

تحفہ گولڑویہ کی عبارت حسب ذیل ہے: "پھر یہ پیشگوئیاں کچھ ایک دو پیشگوئیاں نہیں بلکہ اسی قسم کی سو سے زیادہ پیشگوئیاں ہیں جو کتاب تریاق القلوب میں مریح ہیں۔ پھر ان سب کا کچھ بھی ذکر نہ کرنا۔ اور بار بار احمد بیگ کے داماد یا آتھم کا ذکر کرتے رہنا کس قدر مخلوق کو دھوکہ دینا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیشگوئی کو بار بار ذکر کرے۔ کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ہوئی۔ یا مثلاً حضرت مسیحؑ کی صاف اور صریح پیشگوئیوں کا کبھی کسی کے پاس نام تک نہ لے۔ اور بار بار ہنسی ٹھٹھے کے طور پر لوگوں کو یہ کہے کہ کیوں صاحب! وہ وعدہ پورا ہو گیا جو حضرت مسیحؑ نے فرمایا تھا کہ ابھی تم میں سے کئی لوگ زندہ ہونگے۔ جو مَیں پھر واپس آؤنگا" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۹ و ۴۰)

یہ وہ دو عبارتیں ہیں جنپر نادانی سے یا شرارت سے اعتراض کیا جاتا ہے۔ ناظرین با تمکین اغور کرنے سے آپ پر منکشف ہوجائیگا۔ کہ معترض یا دھوکہ خوردہ ہے یا دھوکہ دہندہ۔ کیونکہ اوّل تو تحفہ گولڑویہ کی عبارت میں جو آنحضرتؐ کے معجزات تین ہزار قرار دیئے ہیں۔ یہ صرف ایک مثال ہے نہ بیان کمیت معجزات۔ دوم حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے لئے لفظ نشان بیان فرمایا ہے۔ اور حضرت سرور کائنات کے لئے لفظ معجزات۔ بے شک کمیت میں فرق ہے لیکن چیز بھی مختلف ہی معجزہ سو خاص ہے اور نشان یہاں عام ہے گویا ہر معجزہ نشان ہے مگر ہر نشان معجزہ نہیں۔ لہٰذا یہ اعتراض باطل ہوا کیونکہ اپنے تین لاکھ "نشان" اور نبی کریمؐ کے تین ہزار "معجزات" قرار دیئے ہیں۔ اسی فرق کو ظاہر کرنے کے لئے اور حضرت خلاصہ موجودات کی فضیلت کے اظہار کے لئے تحفہ گولڑویہ کی اس عبارت سے پیشتر جس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ بیان فرمایا ہے "پھر یہ پیشگوئیاں کچھ ایک دو پیشگوئیاں نہیں بلکہ اسی قسم کی سو سے زیادہ پیشگوئیاں ہیں" جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جس قسم کے نبی کریم صلعم کے "معجزات تین ہزار" ہیں۔ سیدنا مرزا صاحبؑ کی اسی قسم کی سو سے زیادہ پیشگوئیاں ہیں۔ نہ کہ تین لاکھ۔ پس اس عبارت میں فضلیت کا دعویٰ نہیں بلکہ غلامی کا اظہار ہے۔ کہاں ہیں؟ جو حقیقت کے متلاشی اور صداقت کے پیاسے ہیں۔ سوم حضرت مسیح موعودؑ نے بارہا یہ لکھا ہے کہ سب ہم نے اسی سے پایا۔ شاہد ہے تو خدایا تو آپکے نشانات خواہ تین لاکھ کی بجائے چھ لاکھ ہیں پھر بھی یہ سب نبی کریم صلعم ہی کے معجزات ہیں۔ اور اس طرح پر نبی کریمؐ کے تین لاکھ تین ہزار معجزات ہوئے۔ چہارم۔ مسیح موعودؑ کے تین لاکھ نشانات باعتبار افراد کے ہیں۔ اور نبی کریمؐ کے تین ہزار باعتبار صنف و قسم کے یعنی آپؐ کے معجزات تین ہزار اقسام پر منقسم ہیں۔

پھر اسی ضمن میں معترض لکھتا ہے "دیکھو مرزا صاحب کا عربی شعر جو ان کی کتاب اعجاز احمدی میں ہے۔ لہٗ خسف القمر المنیر و ان لی۔

غسا القمران المشرقان اتنکر۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تو صرف چاند گہن ہوا تھا۔ اور میرے واسطے چاند و سورج دونو کا گہن ہوا۔ کیا اب بھی تو انکار کریگا (اعجاز احمدی صـ۷۱) " رسالہ تائید صـ۱۳"

بے شک شعر مرزا صاحبؑ کا ہی ہے۔ مگر ترجمہ اپنا ہے۔ کیونکہ اعجاز احمدی میں اس کا ترجمہ یوں لکھا ہے "اس کیلئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا۔ اور میرے لئے چاند و سورج دونو کا اب کیا تو انکار کریگا" دیکھنے والے سمجھ جائیں کہ یہ تحریف کیوں کی ہے

ناظرین! اس شعر کا صرف یہ مطلب ہے۔ کہ میرے لئے نبی کریم صلعم نے دو نشان مقرر فرمائے تھے۔ جو پورے ہو گئے۔ اور نبی کریمؐ سے معجزہ شق القمر ظہور پذیر ہوا۔ اور بحیثیت نبی کریمؐ کے مقرر کردہ نشانات کی رو سے میں صادق ہوں۔ تو کیا تو انکار کریگا و بس۔ افسوس تعصب اور حماقت انسان کو کہاں پہنچا دیتے ہیں۔ ع آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب۔ ورنہ قبلہ تھا ازرخ کافر و دیندار کا۔

پھر اس شعر کی حقیقت اور اس اعتراض کا جواب اسی شعر کے پہلے شعروں میں دیا ہے فرمایا ہے وانی ورثت المال مال محمدؐ۔ فما انا الا آلہ المتخیر۔ وانا ورثنا مثل ولد متاعہ۔ فاتی ثبوت بعد ذلک یحض (اعجاز احمدی صـ۷۱) کہ میں نے جو کچھ پایا وہ آنحضرت صلعم کی وساطت سے پایا۔ اور آپؐ کی وراثت سے حاصل کیا۔ اور آپ کے مال میں سے لیا۔ دوستو! کیا یہ دعویٰ افضلیت ہے۔ اور افضلیت کا مدعی ایسا ہی کہا کرتا ہے۔

صریح جھوٹ:۔ رسالہ تائید الاسلام بابت ماہ اپریل ۱۹۲۴ء کے پہلے جلی حروف میں لکھا ہے "تقریر جو سالانہ جلسہ انجمن اسلامیہ قادیان کے موقع پر پڑھی گئی" بالکل جھوٹ۔ انجمن اسلامیہ قادیان کے سالانہ جلسہ میں قطعاً اور ہرگز یہ تقریر نہیں پڑھی گئی۔ کیا کوئی اس کا ثبوت پیش کر سکتا ہے۔ یا کم از کم دعویٰ بھی کر سکتا ہے۔ وائے بر حال مسلماناں۔ کہ ان کے مولوی کہلانے والے ایسے سیاہ جھوٹ کو شیر مادر کی طرح پیتے ہیں۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

دوسرا اعتراض:۔ مرزا صاحب اپنے آپ کو کرشن کا اوتار کہتے ہیں۔ لہذا مسلمان نہیں کیونکہ کرشن جی کا بھی یہی مذہب تھا۔ جو آجکل آریہ صاحبان کا ہے۔ یعنی تناسخ کے معتقد اور قیامت کے منکر تھے۔ اور قیامت کا منکر ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔

جواب:۔ کرشنؑ کے جو اعتقادات بیان کئے گئے ہیں۔ ہم ان کے قائل نہیں۔ موجودہ کتب سناتن دھرم سے استدلال کر کے ان عقائد کو حضرت کرشنؑ کے عقائد کہنا ایسا ہی ہے جیسے یہ کہ حضرت عیسیٰؑ خدائی کے دعویدار تھے۔ کیونکہ عیسائی ایسا کہتے ہیں۔ اور اناجیل میں ایسا لکھا ہے۔ جس طرح یہ استدلال غلط ہوگا۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مذکورہ بالا استدلال غلط ہے۔ کیونکہ اناجیل کی نسبت گیتا۔ پرانوں وغیرہ پر بہت لمبا عرصہ گذرا ہے۔ ہم تو آیت "ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر" کے ماتحت ان کو خدا کا نبی مانتے ہیں۔ اور ہم ان کے وہ عقائد تسلیم نہیں کرتے جو بیان کئے گئے ہیں۔ اور نہ ہی حضرت مسیح موعودؑ کو ایسے کرشن کا مثیل ہونیکا دعویٰ ہے۔ چنانچہ آپ نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے "اب واضح ہو کہ راجہ کرشنؑ جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے۔ درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتحمند اور با اقبال تھا جس نے

آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔ خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴) اس عبارت کو جس میں آپ نے کرشنؑ کی پوزیشن کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ دیکھتے ہوئے نہ دیکھنا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

صریح جھوٹ۔ اسی رسالہ کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے "افسوس مرزا صاحب "رودر" تو تھے مگر فنا کسی کو نہ کر سکے" "جھوٹے پر خدا کی لعنت۔ اُف! اس قدر جھوٹ! بتاؤ تو سہی جمونی مرزا احمد بیگ ڈوٹی اور لیکھرام پر اس "رودر" صفت کا ظہور نہ ہوا تھا۔ مگر پھر بھی انکار کمال ڈھٹائی ہے۔ رودر کا مطلب تو ہے پاپ کا ناش کرنیوالا۔ سو یہ ظاہر ہے۔

حماقت۔ حضرت اقدس نے سرمہ چشم آریہ صفحہ ۳۹ پر کسی کا ایک قول نقل کیا ہے "امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ سے ہی پرورش پاتا تھا۔ کیونکہ اس کی ماں مر گئی تھی الخ" اس پر عقل و اعدامالک اور قانون نیچر کے ماہر ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں۔ "غور کرنے کی جگہ ہے۔ کہ مرد کو حمل کس طرح ہوا۔ اور بچہ کس راستے سے پیدا ہوا" ؎ برایں عقل و دانش بباید گریست۔

یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ مرد کو حمل ہوا اور اس کو بچہ پیدا ہوا۔ بلکہ وہاں تو اس کے اُلٹ لکھا ہے۔ جیسا کہ فقرہ "کیونکہ اس کی ماں مر گئی تھی" سے ظاہر ہے۔ مگر افسوس کہ آج اس سمجھ کے آدمی بھی مرزا صاحبؑ پر اعتراض کرتے ہیں۔

عجیب استدلال۔ "روز ازل سے حکیم مطلق نے ایک خاصہ مخفی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں رکھا ہوا تھا۔ کہ تا نزول آسمان پر رہیں اور بعد نزول فوت ہوں اور مدینہ منورہ میں فوت مدفون ہوں" پھر لکھا ہے "جب معلوم ہوا۔ کہ معجزہ خلاف معمول ہوتا ہے۔ تو سب اعتراضات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول پر کیے جاتے ہیں باطل ہیں" پھر لکھا ہے "بیشک دوسرے انسانوں کو خدا تعالیٰ آسمان پر نہیں لے جاتا۔ اور نہ اس کی عادت ہے۔ مگر نبیوں کے ساتھ اس کی خاص عادت ہے اس واسطے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو نبی تھے ان کو آسمان پر لے گیا۔ اور کفار سے ان کی حفاظت کی" واہ! صاحب واہ! آپ نے تو کمال کر دکھایا۔ کیا وہ خاصہ مخفی اور انبیاء میں نہ تھا۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم۔ کہ عیسیٰؑ کی حالت اللہ کے نزدیک آدمؑ کی حالت کی مانند ہے۔ چاند تو ایک ہی ہے۔ مگر نبی تو ہزاروں ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ میں اس "خاصہ مخفی" کا ہونا اور باقیوں میں نہ ہونا ترجیح بلا مرجح ہے۔ مرجح بیان کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے تو تمام انسانوں کے لئے قرآن کریم میں ایک خاصہ بیان فرما دیا ہے۔ یعنی فرمایا۔ "فیھا تحیون و فیھا تموتون و منھا تخرجون" کہ تم اس زمین میں ہی زندہ رہوگے۔ اور اسی میں مروگے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔" اور انسانوں میں حضرت عیسیٰؑ اور دیگر انبیاء کرام بھی ہیں۔ چنانچہ آپ بھی حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ باقیوں کو اس قانون کا پابند مانتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے رفع و نزول کو معجزہ قرار دیکر اعتراضات کا رد کرنا اس لئے غلط ہے۔ کہ قرآن کریم یا حدیث نے

کسی جگہ ان کے رفع ونزول کو معجزہ قرار نہیں دیا۔ یہ پیر بخش صاحب کی ایجاد بندہ ہے۔ اگر کہا ہے تو پیش کرو۔ ولن تستطیعوا ان تفعلوا۔

خدا تعالیٰ کی نبیوں کے ساتھ خاص عادت ہے۔ آیا وہ عادت حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ہی خاص ہے یا سب کے ساتھ۔ اگر سب کے ساتھ ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ جب کفار مکہ نے نبی کریم صلعم سے کہا تھا او ترقی فی السماء (بنی اسرائیل) کہ ہم تب ایمان لاوینگے جب تو آسمان پر چڑھ جاوے اور وہاں سے کتاب لادے۔ تو خدا تعالیٰ نے اس "خاص عادت" کے ماتحت آپ کو ان کے سامنے آسمان پر نہ اٹھالیا۔ کس لئے اس نے خاص عادت کے خلاف کیا؟ معلوم ہوا یہ عادت ہی نہیں۔ بلکہ آپ کا ڈھکوسلا ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی محبت میں غلو اور آنحضرت محمد صلعم کی بے قدری کا نتیجہ ہے۔

غیرت کی جا ہے عیسیٰؑ زندہ ہو آسماں پر — مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

یاد رہے ہمیں خدا کی قدرت سے انکار نہیں۔ بلکہ ہم تو خدا تعالیٰ کو اس بات پر بھی قادر مانتے ہیں۔ کہ وہ تمام انسانوں حیوانوں کو آسمان پر لیجاوے۔ ہمیں صرف اس سے انکار ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر چلے گئے کیونکہ یہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ کسی آیت یا حدیث میں نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا نے آسمان پر اٹھا لیا۔ اگر کسی لاہوری یا امرتسری میں جرأت ہو۔ تو مقابلہ پر آئے۔

تیسرا اعتراض۔ احمد بیگ والی پیشگوئی پر وہی پرانی باتیں جن کا متعدد مرتبہ مفصل جواب دیا گیا ہے پیش کی ہیں۔ ان کے جواب کے لئے دیکھو (رسالہ احمد بیگ والی پیشگوئی) ہاں ایک بات جس پر بہت زور دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے جو کہا تھا۔ کہ اگر اس رشتہ کے مخالف باز نہ آئے تو میرا لڑکا فضل احمد اپنی بیوی عزت بی بی کو طلاق دیدیگا۔ یہ ظلم ہے اور اخلاق حسنہ سے گری ہوئی بات ہے۔ اور اس کے لئے قاضی فضل احمد لدھیانوی کی کتاب کا حوالہ پیش کیا ہے۔ جو عجیب اور نئی دانشمندی ہے۔

الجواب اول۔ قرآن مجید ظالموں سے قطع تعلق کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار یعنی تم ظالموں اور مکذبین انبیاء سے میل ملاپ نہ رکھو ورنہ تم کو بھی آگ چھو جائیگی۔ اب جو لوگ صریحاً خدائے اسلام، اسلام، مسیح موعودؑ کی مخالفت کرتے ہوں اور تکذیب پر کمربستہ ہوں۔ ان سے علیحدگی اختیار کرنا کونسا جرم ہے یا علیحدگی اختیار کروانا کونسا گناہ۔ یہ تو عین فرض ہے اور ہر نبی کی سنت۔

دوم۔ وہ لوگ خود اس لڑکی کو طلاق دلوانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء کے ایک خط میں جو مرزا علی شیر بیگ کے نام لکھا گیا ہے "آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کے لئے فضل احمد کے گھر میں ہے بیشک طلاق دیدے ہم راضی ہیں" اور یہ غیرت کے منافی تھا۔ کہ ایسا سن کر بے غیرتی دکھلائی جاتی۔ خدا کے رسول غیرت مند ہوتے ہیں۔

سوم۔ ہم دکھا چکے ہیں۔ کہ یہ طلاق بلا وجہ نہ تھی۔ بلکہ شرعی اور اخلاقی وجہ موجود تھی۔ لیکن اگر بلا وجہ بھی سیدنا مرزا صاحبؑ ایسا حکم دیتے۔ تب بھی تمہارا حق نہ تھا۔ کہ اعتراض کرتے کیونکہ حدیث میں آیا ہے ”عن ابن عمر قال کانت تحتی امرأۃ وکان عمر یکرھھا فقال لی طلّقھا فابیت فاتی عمر النبی صلعم فذکر ذالک لہٗ فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم طلّقھا رواہ ابوداؤد۔ ابن عمر کہتے ہیں۔ کہ میری بیوی حضرت عمرؓ (ان کے والد) کو ناپسند تھی۔ انہوں نے مجھے کہا اس کو طلاق دیدو میں نے انکار کیا۔ وہ نبی کریم صلعم کے پاس گئے اور یہ ذکر کیا۔ تو نبی کریم صلعم نے مجھے فرمایا۔ اس کو طلاق دیدو“ دیکھئے! لڑکا بیوی کو پسند کرتا ہے۔ مگر باپ کہتا ہے۔ کہ طلاق دیدو۔ اور نبی کریم صلعم بھی کہتے ہیں۔ کہ طلاق دیدو۔ آپ جو فتویٰ ”ظلم“ ”گرے ہوئے اخلاق“ کا حضرت عمرؓ و نبی کریم صلعم پر دینگے وہی حضرت مرزا صاحبؑ بھی دیں۔ ورنہ یہ انصاف سے بعید ہے۔

حق بر زبان جاری۔ اسی اثناء میں ایک فقرہ ایڈیٹر کے قلم سے ایسا نکل گیا ہے۔ جو تمام عقدہ کو حل کر دیتا ہے۔ وہ یہ ہے ”مرزا صاحب کو کامل یقین تھا۔ کہ داماد احمد بیگ ضرور میری زندگی میں فوت ہوگا۔ اور محمدی بیگم بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئیگی“۔

ناظرین! غور فرماویں۔ کہ دشمن بھی معترف ہیں کہ مرزا صاحبؑ کو ”کامل یقین“ تھا۔ کیا وہ شخص جو منصوبہ باندھتا ہے۔ اور جھوٹ بناتا ہے۔ اور اپنے پاس سے افترا کرتا ہے۔ اس کو کبھی ”کامل یقین“ ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں اور قطعاً نہیں۔ پس یہ پیشگوئی مرزا صاحب کی کسی نفسانی خواہش کے ماتحت نہ تھی۔ بلکہ یقیناً خدا تعالیٰ کے الہام سے کیگئی تھی۔ اور منہاج نبوت پر پوری ہوئی۔ یہی فرق ہے جھوٹے اور سچے نبی میں۔ جھوٹے کو کبھی ”کامل یقین“ نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہاں دشمن بھی معترف ہے۔ ؏ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

ماہ مئی کا رسالہ:۔ ماہ مئی کے رسالہ میں جلسہ غیر احمدیاں قادیان پر جن علماء نے تقریریں کیں۔ ان کی حالت اور اوصاف کا گیت گایا گیا ہے جس سے ہمارا کوئی سروکار نہیں۔ باقی ان کے اعتراضات بیان نہیں کیئے گئے۔ اگر کیئے بھی جاتے تب بھی ان کے اصولی جواب حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے اسی وقت الفضل میں شائع ہوئے اور بعد میں کتاب کفر قادیان نے بحیثیت مجموعہ انکو شائع کیا اور قول الحق نام رکھا۔ ہاں بعض باتوں کا اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے۔

چوتھا اعتراض۔ صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے۔ ”فاضل مقرر (ثناء اللہ امرتسری) نے اخیر پر مرزا صاحبؑ کا مسیح موعود ہونے سے انکار ان کی تحریر سے بتایا“ وہ تحریر نقل نہیں کی گئی تاکہ ”فاضل مقرر“ کا دھوکہ نہ کھل جائے۔ ہم اس جگہ اس کے جواب میں، اس تحریر کا نقل کر دینا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ منصفین سمجھ جائینگے کہ ”فاضل مقرر“ نے کس قسم چالبازی سے کام لیا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں:۔

"اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے مُنہ سے سُنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پُرانا الہام ہے جو مَیں نے خدائے تعالیٰ سے پاکر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کردیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گذر گیا ہوگا مَیں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ مَیں مسیح ابن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔ بلکہ میری طرف سے عرصہ سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے۔ کہ مَیں مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادات اور اخلاق وغیرہ کے خدائے تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں الخ" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۷ طبع سوم)

آپ اس سے اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے۔ کہ مولوی ثناء اللہ نے کس قدر دھوکا دیا ہے۔ ازالہ اوہام میں بیسیوں جگہ حضرت مسیح موعودؑ نے فی الواقع مسیح موعودؑ آپ ہی ہیں جیسے سہ منم مسیح زمان و منم کلیم خدا۔ منم محمدؐ و احمدؐ کہ مجتبیٰ باشد سے ظاہر ہے ہاں مسیح ابن مریم نہیں جو فوت ہو چکے ہیں اور سری نگر میں مدفون ہیں۔

یہودیانہ حجت بازی۔ مرتضیٰ حسن دربھنگی کے متعلق لکھا ہے۔ "اسکے بعد مقرر نے کہا کہ سیدوں میں بروز نہ ہُوا مکہ اور مدینہ میں بروز نہ ہُوا۔ مگر ہُوا تو قادیان میں اور پھر مرزا پر۔ اینچہ بوالعجبی است

دوستو! غور کرو۔ کیا یہی وہ اعتراض نہیں۔ جو قرآن کریم کی اس آیت اور مسیح موعودؑ کے الہام میں بیان ہُوا ہے۔ قالوا لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم۔ انہوں نے کہا کیوں یہ قرآن دو عظیم الشان شہروں کے کسی عالیشان آدمی پر نہ اترا۔ بلکہ اُترا تو ایک اُمّی مکّہ کے رہنے والے پر اُترا۔

مسلمانو! دیکھو تم کدھر جا رہے ہو۔ اور ایسے اعتراض کرنے میں کن کی اتباع کر رہے ہو۔ پڑھو! نبی کریم صلعم نے فرمایا تھا لتتبعنّ سنن من کان قبلکم۔ کہ تم یہودیوں کی پوری پیروی کروگے۔

قاضی فضل احمد لدھیانوی کے چھ اعتراض

ماہ جون کے تائید الاسلام میں قاضی فضل احمد نے چھ اعتراضات شائع کرائے ہیں۔ جو کہ بقول ان کے انہوں نے مباحثہ ہال پور میں خلاسفر صاحب کے سامنے پیش کیئے تھے۔ اس کے اعتراضات کے جواب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ممکن ہے کوئی سعید روح فائدہ اُٹھائے۔

اعتراض اوّل۔ کتاب براہین احمدیہ پہلی الہامی کتاب ہے دس ہزار روپیہ کا اس میں الہامی اشتہار بھی درج ہے۔ کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے۔ سب سچ ہے۔ لیکن اس کے پہلے ہی دیباچہ صفحہ ۱۶ میں لکھا ہے۔ کہ اس کتاب میں ایک اشتہار۔ ایک مقدمہ۔ چار فصل اور ایک خاتمہ ہے۔ وہ اس میں سے نکال کر دکھائیں۔

جواب ۱۔ پہلے اس دعوےٰ کا ثبوت پیش کرو۔ کہ براہین احمدیہ الہامی کتاب ہے۔ صفحہ ۱۶ میں جس کتاب کے متعلق لکھا ہے۔

۴ نے دعوی فرمایا ہے کہ میں ہی مسیح موعودؑ ہوں۔ ہاں اس جگہ عیسیٰ ابن مریم حقیقی ہونے سے انکار ہے۔ اور اپنے آپ کو اس کا مثیل قرار دیا ہے ۴

کہ اس میں ایک اشتہار، ایک مقدمہ، چار فصل اور ایک خاتمہ ہوگا۔ اس کتاب کی ضخامت ٹائیٹل صفحہ ۲ پر فرماتے ہیں "کتاب ہذا بڑی مبسوط کتاب ہے یہاں تک کہ جس کی ضخامت سو جزء سے کچھ زیادہ ہوگی" کیا تمہارے پاس پوری جلدیں ہیں۔ اگر نہیں تو اس چیز کا جو کامل جزؤں کے لئے مقرر تھی ان چار جزؤں میں طلب کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

رہا یہ سوال کہ پھر وہ چیزیں پوری کیوں نہ ہوسکیں۔ تو یاد رہے۔ کہ ہر چیز جو انسان کیا، نبی چاہتا ہے وہ ضرور اسی طرح نہیں ہو جاتی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ اے رسول تو نہیں ہدایت دے سکتا جس کو پسند کرے اور چاہے۔ اگر محمد رسول اللہ صلعم کی چاہی ہوئی چیز کا ہو جانا لازمی نہیں تو سیدنا مرزا صاحبؑ پر کیسا اعتراض۔ پھر سیدنا مرزا صاحبؑ نے اس بات کا تفصیلی جواب خود اس کتاب براہین جلد چہارم کے آخری ٹائیٹل پیج پر بعنوان "ہم اور ہماری کتاب" یوں دیا ہے۔ فرمایا۔ "ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی۔ اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی۔ پھر بعد اسکے قدرت الٰہیہ کی ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسیٰؑ کی طرح ایک ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی یعنی یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کر رہا تھا۔ کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے۔ اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا ارادہ ہے۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ جس قدر اس نے جلد چہارم تک انوار حقیت اسلام کے ظاہر کئے ہیں۔ یہ بھی اتمام حجت کے لئے کافی ہیں" چونکہ معلوم نہ تھا۔ کہ آئندہ کیا ہونیوالا ہے۔ لہٰذا اب حالات بدلنے سے پہلا پروگرام منسوخ۔ اس کی مثالیں انبیاء کرام میں بہت ہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ کتاب الحج میں ہے۔ کہ حج پر جاتے ہوئے نبی کریم صلعم قربانی لے گئے جب عمرہ کر چکے تو آپؐ نے فرمایا۔ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَھْدَیْتُ۔ یعنی اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا تو میں قربانی نہ لاتا۔ یہی حالت حضرت مرزا صاحبؑ کی ہوئی۔ کہئے صاحب! کیا اعتراض ہے۔ جو ارادہ حضورؑ نے فرمایا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے متعدد کتب تصانیف کے ذریعے پورا کر دیا۔

اعتراض دوم۔ محمدی بیگم کے ساتھ نکاح نہ ہوا۔ اور پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ لہٰذا مرزا صاحب جھوٹے ہیں۔

جواب۔ پیشگوئی مشروط بہ شرط تکذیب تھی چنانچہ حضرت مرزا صاحبؑ نے لکھا ہے "ہم عربی مکتوب میں لکھ چکے ہیں کہ یہ پیشگوئی بھی مشروط بہ شرط تھی اور ہم یہ بھی بار بار بیان کر چکے ہیں۔ کہ وعید کی پیشگوئی بغیر شرط کے بھی تخلف پذیر ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ یونسؑ کی پیشگوئی میں ہوا" ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳۔

پھر فرمایا۔ "یہ پیشگوئی (احمد بیگ والی) بھی مشروط بہ شرائط تھی۔ اور ضرور ہے۔ کہ اس وقت تک اس کا دوسرا حصہ معرض توقف میں رہے۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اسباب نقض شرائط کے جمع ہوں" (ایام الصلح اردو صفحہ ۹۰ حاشیہ)

پیشگوئی کی غرض۔ تتمہ اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں فرماتے ہیں "پس خدا تعالیٰ نے انہیں ان کی بھلائی

کرنے کیلئے انہی کے تقاضا سے انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہے ظاہر فرما دیا ہے تا کہ وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے۔ اور اس کے بعد وہ ہیچ ہے" خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے پیشگوئی کا مدعا اور مقصد اور علت غائی جو تھی وہ اس خاندان کے اکثر افراد کے احمدی ہو جانے سے پوری ہو گئی۔ باقی رہا نکاح کا

نکاح کیوں ہونا تھا

معاملہ اس کے متعلق فرمایا "وکان اصل المقصود الاهلاك وتعلم انه هو الملاك والامر وحیها ایاى بعد اهلاك الهالكين والهالكات (انجام آتھم صفحہ ۲۱۶) یعنی خدا تعالیٰ کے منوانے اور اسکی طرف متوجہ کرنے کے لئے احمد بیگ اور اس کے داماد کی ہلاکت کو ذریعہ بنایا گیا۔ اور یہی اصل مقصود تھا۔ باقی نکاح تو ان کو ہلاک کرنے کے بعد پیشگوئی کو عظیم الشان بنانے کے لئے تھا۔ لوگوں کی آنکھوں میں اس سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح موقوف تھا داماد احمد بیگ کے ہلاک کرنے پر لیکن وہ خدا کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے رحم سے فائدہ اٹھا کر بچ رہا۔ لہٰذا جب موقوف علیہ ٹل گیا۔ تو موقوف کا ٹلنا بھی ضروری تھا وھو النکاح۔

ایک اور طرح سے:۔ عجیب بات ہے کہ پیشگوئی تو نکلے جھوٹی مگر جس خاندان کیلئے کی جاوے اسکے بقیہ افراد سیدنا مرزا صاحب کو مسیح موعود قبول کر لیں "اینچہ بوالعجبی است"! دیکھئے (۱) اہلیہ مرزا احمد بیگ (۲) سردار بیگم دختر مرزا احمد بیگ۔ (۳) اہلیہ مرزا احمد بیگ کے بھتیجے اور داماد مرزا احسن بیگ (۴) عنایت بیگم دختر احمد بیگ۔ (۵) دختر مرزا امام الدین (۶) مرزا گل محمد صاحب (۷) تائی صاحبہ اہلیہ مرزا غلام قادر صاحب مرحوم الغرض سب احمدی ہیں۔ دوستو! پیشگوئی کی یہی غرض تھی جو حاصل ہو گئی ہے۔ اب بھی اعتراض کرتے رہنا ضد نہیں تو اور کیا ہے۔

طریق فیصلہ:۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے دعویٰ فرمایا کہ چونکہ سلطان محمد نے رجوع کیا۔ اور وہ پیشگوئی سے خائف ہوا۔ اور اس نے تکذیب اور استہزاء سے سروکار نہ رکھا۔ لہٰذا خدا تعالیٰ نے جس طرح یونسؑ کی قوم سے باوجود حتمی وعدہ کے عذاب ٹال دیا اور رحم اور جبر کا قانون تھا ماکان اللّٰہ معذبھم وھم یستغفرون۔ خدا انکو عذاب نہیں دیگا جبکہ وہ استغفار کرتے ہوں یعنی وعید سے ڈر کر اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہوں۔ اس نے سلطان محمد سے بھی عذاب کو ٹال دیا۔ اور چونکہ نکاح موقوف تھا سلطان محمد کی موت اور ہلاکت پر لہٰذا وہ بھی منسوخ ہو گیا۔ گو یا نکاح کا حصہ بشارت تھا۔ لہٰذا اسکے متعلق فرمایا کہ جب احمد بیگ کا داماد سلطان محمد مر جائیگا تو یردھا الیك لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ان ربك فعال لما یرید کا پورا ورود ہوگا۔ لیکن سلطان محمد کی موت ایک وعیدی پیشگوئی تھی لہٰذا وہ مشروط تھی جب اس نے شرط سے فائدہ اٹھایا۔ تو جو نتیجہ اسپر مترتب ہونا تھا یعنی نکاح۔ وہ بھی بدل گیا۔ ان اللّٰہ غالب علیٰ امرہ اس دعویٰ کے پرکھنے کیلئے اور تکذیب سے باز نہ آنیوالے علماء پر اتمام حجت کیلئے آپ نے انجام آتھم صفحہ ۳۲ پر ایک طریق فیصلہ لکھا ہے جو ان الفاظ میں ہے۔ "فیصلہ تو آسان ہے احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے پھر اسکے بعد جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں" پھر اس صفحہ پر فرماتے ہیں "اور ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے

جب تک کہ وہ گھڑی بھی آجائے کہ اس کو ہلاک کر دیوے سو اگر جلدی کرتا ہے۔ تو اٹھو اور اس کو ہلاک اور مکذب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو۔"

اس طریق کار کو لکھنے کے بعد حضرت مرزا صاحبؑ پندرہ برس تک زندہ رہے۔ مگر اے گروہ مولویان! کیا تم نے اس طریق پر فیصلہ کیا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو پھر کس منہ سے کہتے ہو۔ کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔

اعتراض سوم۔ "مرزا صاحب کا الہام تھا۔ کہ میری عمر اسی سال کی ہے پھر ایک صاحب قبر سے لڑائی اور کشتی کر کے پندرہ سال عمر اور بڑھوالی (الحکم ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء) اسکے سوا پانچ سال کی عمر مولوی مردان علی حیدر آبادی نے اپنی عمر میں سے کاٹ کر بذریعہ خط مرزا صاحب کو ارسال کی (ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۵) علاوہ ازیں مرزا صاحب کو ایزادی عمر کے الہام ہوتے رہے بلکہ ۱۹۰۶ء میں الہام ہوا کہ تجھ کو اور تیری بیوی کو جوانی دیجائیگی (بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء) اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب الہامات کے بموجب سو سال سے بھی زیادہ جینے چاہئیں تھے مگر افسوس مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں صرف ۶۸ سال ہی عمر پا سکے۔"

الجواب۔ اتنی عبارت میں معترض نے چار غلط بیانیاں کی ہیں۔ اوّل۔ مرزا صاحبؑ کا الہام تھا۔ کہ میری عمر اسی سال کی ہے بلکہ مرزا صاحبؑ کا الہام تھا۔ کہ اسی سے پانچ چھ کم یا پانچ چھ زیادہ۔ ثمانین حولا او قریبا من ذلک۔ کیا معترض ان الفاظ بالا کا حوالہ دے سکتا ہے۔ دوم۔ "علاوہ ازیں مرزا صاحب کو ایزادی عمر کے الہام ہوتے رہے" یہ صریح جھوٹ ہے۔ کوئی الہام ایزادی عمر کا نہیں۔ اگر ہے تو پیش کرو جس میں ہو کہ پہلے الہام سے زیادہ عمر دینگے۔ سوم۔ "۱۹۰۶ء میں الہام ہوا کہ تجھ کو اور تیری بیوی کو جوانی دیجائیگی" (بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء) بالکل جھوٹ۔ اگر یہ الفاظ یا مطلب ہی نکال دو تو بیس روپیہ انعام دیئے جائیں گے۔ لیکن لن تفعلوا۔ اصل الفاظ اور الہام حضرت مرزا صاحبؑ کے الفاظ میں درج کرتے ہیں۔ "ترد علیک انوار الشباب یأتی علیک زمن الشباب وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بشفاء من مثلہ۔ رد علیہا روحہا و ریحانہا۔ یعنی تیری طرف نور جوانی کے یعنی قوتیں جوانی کی رد کی جائینگی اور تیرے پر زمانہ جوانی کا آئیگا یعنی جوانی کی قوتیں دیجائینگی تا خدمت دین میں حرج نہ ہو۔ اور اگر تم اے لوگو! ہمارے اس نشان میں شک میں ہو۔ تو اس کی نظیر پیش کرو۔ اور تیری بیوی کی طرف بھی صحت اور تازگی رد کیجائیگی فقط۔ ان الہامات کا باعث یہ ہے کہ عرصہ تین چار ماہ سے میری طبیعت نہایت ضعیف ہو گئی ہے بجز دو وقت ظہر اور عصر کے نماز کے لئے بھی نہیں جا سکتا۔ اور اکثر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں۔ اور اگر ایک سطر بھی کچھ لکھوں یا فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے۔ اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔ جسم بالکل بیکار ہو رہا ہے۔ اور جسمانی قویٰ بالکل مضمحل ہو گئے ہیں۔ کہ خطرناک حالت ہے۔ گویا مسلوب القویٰ ہوں اور آخری وقت ہے۔ ایسا ہی میری بیوی دائم المرض ہے۔ امراض رحم و جگر دامنگیر ہیں۔ پس میں نے دعا کی تھی۔ کہ خدا تعالیٰ وہ مجھے اپنی قوت جوانی کے عالم کی عطا کرے تا میں کچھ خدمت دین کر سکوں اور اپنی بیوی کی صحت کیلئے بھی دعا کی تھی۔ اس دعا پر یہ الہام ہوئے ہیں۔ جو اوپر ذکر کئے گئے خدا تعالیٰ ان کے بہتر معنی جانتا ہے۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں صحت عطا فرمائیگا اور مجھے وہ قوتیں

عطا کریگا۔ جس سے میں خدمت دین کر سکوں واللہ اعلم بالصواب۔ اور اس میں یہ بھی خوش خبری ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ میری بیوی کو بھی صحت اور تندرستی عطا کریگا" (بدر ۲۴-۲۲- مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ کالم ۱-۲)

ناظرین! غور فرمادیں کہ قاضی نے کسقدر مغالطہ دیا ہے۔ الہام کیا ہے۔ اور یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ چھادم "مرزا صاحب سنہ ۱۹۰۶ء میں صرف ۷۰ سال ہی عمر پا سکے" یہ وہ سیاہ جھوٹ ہے جس کی تردید خود غیر احمدی مولوی۔ ثناء اللہ امرتسری۔ محمد حسین بٹالوی کے اقوال کرتے ہیں جیسا کہ آگے آتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے پندرہ سال عمر بڑھوالی خود ایک مستقل جھوٹ ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے کبھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ باقی جس رؤیا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ منصف انسان اس سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ معترض کا دعویٰ بالکل باطل ہے۔ چنانچہ وہ رؤیا الحکم ۲۴/۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء میں درج ہے۔ "میں ایک قبر پہ بیٹھا ہوں۔ صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ آج بہت سی دعائیں امور ضروریہ کے متعلق مانگ لوں اور یہ شخص آمین کہتا جائے۔ آخر میں نے دعائیں مانگنی شروع کیں جن میں سے بعض دعائیں یاد ہیں۔ اور بعض بھول گئیں۔ ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑے شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ ایک دعا یہ ہے۔ کہ الٰہی میرے سلسلے کو ترقی ہو۔ اور تیری نصرت اور تائید اسکے شامل حال ہو اور بعض دعائیں اپنے دوستوں کے حق میں تھیں۔ اتنے میں خیال آیا۔ یہ دعا بھی مانگ لوں۔ کہ میری عمر ۹۵ سال ہوجاوے میں نے دعا کی اس نے آمین نہ کہی میں نے وجہ پوچھی وہ خاموش رہا۔ پھر میں نے اس سے سخت تکرار اور اصرار شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس سے ہاتھا پائی کرتا تھا۔ بہت عرصہ کے بعد اس نے کہا اچھا دعا کرو۔ میں آمین کہونگا چنانچہ میں نے دعا کی کہ الٰہی میری عمر ۹۵ برس کی ہوجائے اس نے آمین کہی میں نے اس سے کہا۔ کہ ہر ایک دعا پر تو شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ اس دعا پر کیا ہو گیا اس نے ایک دفتر عذروں کا بیان کیا۔ کہ یہ وجہ تھی۔ فلاں وجہ تھی۔ جو میرے ذہن سے جاتا رہا مگر مفہوم بعض عذروں کا یہ تھا۔ کہ گویا وہ کہتا ہے۔ کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے" (الحکم)

اس رؤیا میں سے خط کشیدہ الفاظ ثابت کرچکے ہیں۔ کہ اس نے شرح صدر سے آمین نہیں کہی بلکہ صرف حضرت اقدس کے اصرار پر ناگوار طریق سے کہا اور پوچھنے پر عذر کیا۔ کہ پھر ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ گویا جس طرح اس نے اور دعاؤں پر شرح صدر سے آمین کہی۔ اس جگہ نہ کہی۔ تو پھر اس سے بڑھ کر اور کیا کذب بیانی ہو سکتی ہے۔ کہ "پندرہ سال عمر اور بڑھوالی" نیز اگر وہ شرح صدر سے بھی کہہ دیتا۔ تو کیا رؤیا کا بعینہ پورا ہونا ضروری ہے۔ اگر ہے۔ تو کیا جواب ہے بخاری میں نبی کریم صلعم کی اس رؤیا کا۔ کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں دو سونے کے کڑے دیکھے (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۸۲) حالانکہ سونا مردوں پر حرام ہے۔ اگر نہیں تو پھر اعتراض کیسا۔ پھر دعا پر کسی بزرگ کے آمین کہنے سے یہ کیونکر ثابت ہوا۔ کہ وہ دعا قبول بھی ہو گئی ہر دعا کا قبول ہونا ضروری نہیں۔ طرفہ یہ کہ اگر مرزا صاحب نے پندرہ سال عمر بڑھوائی تو ۹۵ سال کروالی تھی۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے کسی جگہ بھی نہیں لکھا۔ کہ میں ۹۵ سال کی زندگی پاؤں گا۔ حالانکہ

آپ نے اس کے بعد بہت سی کتابیں لکھیں اور عمر کے الہام کو متعدد مرتبہ شائع فرمایا مگر ۹۵ سال کا کہیں دعویٰ نہیں فرمایا کیا یہ اس بات کا زبردست ثبوت نہیں۔ کہ حضرتؑ نے خود اس کو منظور شدہ دعا نہیں سمجھا۔ وھو المطلوب ؟ ایسی صورت اگر ممکن ہو۔ تو انبیاء علیہم السلام کی عمریں لاکھوں سال ہو جاتیں۔ کچھ تو عقل سے بھی کام لینا چاہیئے کیا کسی جگہ سیدنا مرزا صاحبؑ نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ وہ پانچ سال مجھے مل گئے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ایسا اعتراض دیوانے کی بڑ سے زیادہ وقت نہیں رکھتا۔

ہم جواب کو مکمل کرنیکے لئے اور معترض کے قول "مرزا صاحب صرف ۶۸ سال ہی عمر پا سکے" کو جھوٹا ثابت کرنیکے لئے ذیل میں دو دشمنان احمدیت کی شہادتیں درج کرتے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کو اسامی عمر دیگئی۔ یعنی آپ کی عمر ۷۴ اور ۸۶ کے درمیان ہوئی ہے۔

(۱) مولوی محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۹۳ء میں اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق لکھا ہے۔ "۶۴ برس کا تو وہ ہو چکا ہے" اس کے بعد چودہ سال تک حضرت مسیح موعودؑ زندہ رہے۔ جس حساب سے آپؑ کی عمر ۷۸ سال ہوتی ہے وھو المطلوب۔

(۲) مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتا ہے "مرزا صاحب کہہ چکے ہیں کہ میری موت عنقریب اسّی سال کے کچھ نیچے اوپر ہے۔ جس کے سب نیچے غالباً آپ طے کر چکے ہیں" (اہلحدیث ۳۔ مئی ۱۹۰۷ء) پھر اپنی تفسیر ثنائی مطبوعہ ۱۸۹۹ء کے حاشیہ صفحہ ۱۰۲ پر لکھتا ہے۔ "مرزا صاحب کی عمر اسوقت ستر سال سے متجاوز تھی" پس اس طرح بھی حضرت صاحبؑ کی عمر ۷۹ سال بنتی ہے۔

ہم ان دو شہادتوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ منصف کے لئے یہی کافی ہے کیونکہ دشمن خود تسلیم کرتا ہے۔ جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔

اعتراض چہارم۔ "ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب مرزا صاحبؑ کے مخالف ہو گئے اور آپسمیں خوب الہام بازی ہوئی۔ آخر کو ڈاکٹر صاحبؑ کا الہام تھا کہ مرزا صاحب چودہ مہینے کے اندر مرینگے۔ یہ واقعہ ۱۹۰۷ء کا ہے۔ اسپر مرزا صاحب کا الہام تھا کہ ڈاکٹر عبد الحکیم خاں تیری آنکھوں کے سامنے اصحاب فیل کی طرح نیست و نابود ہو جائیگا اور تیری عمر بڑھا دیجائیگی (دیکھو مرزا صاحب کا طویل اشتہار تبصرہ مورخہ ۵۔ نومبر ۱۹۰۷ء) اس اشتہار میں تین الہام تھے (۱) مرزا صاحبؑ کا لڑکا مبارک احمد جو آٹھ سالہ فوت ہو گیا ہے اس کی جگہ ویسا ہی مبارک احمد دیا جائیگا (۲) تیری عمر بڑھا دیجائیگی اور ڈاکٹر عبد الحکیم خاں تیرے سامنے مریگا (۳) الہام یہ تھا کہ اس سال (۱۹۰۷ء) یا آئندہ سال ایسی طاعون پڑیگی کہ کوئی انسان زندہ نہیں رہیگا"

الجواب۔ اس اعتراض میں معترض نے تین غلط بیانیاں کی ہیں۔ اوّل "آخر کو ڈاکٹر صاحبؑ کا الہام تھا کہ مرزا صاحبؑ چودہ مہینے کے اندر مرینگے" حالانکہ آخر کو ڈاکٹر صاحب کا الہام تھا "۲۱ ساون کو" (دیکھو اہلحدیث ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء)

م۔ مردان علی صاحب کا پانچ سال عمر دینے سے یہ سمجھنا۔ کہ وہ عمر مرزا صاحب کو مل بھی گئی۔ کمال عقلمندی ہے۔

دوم۔ تبصرہ میں دوسرا الہام ہے۔ "تیری عمر بڑھا دی جائیگی اور ڈاکٹر عبدالحکیم خاں تیرے سامنے مریگا"۔ بالکل جھوٹ۔ اشتہار کو ابتداء سے لیکر آخر تک پڑھ جاؤ کہیں عبدالحکیم خاں کا نام تک بھی نہیں۔ بھلا ایسے افتراء سے کیا فائدہ۔ اگر ہمت ہے تو عبدالحکیم کا نام تک ہی دکھلا دو۔ عمر بڑھانے سے یہ مطلب ہے کہ جو تاریخ ۱۴ ساون مقرر کیجاتی ہے عمر اس روز ختم نہ ہوگی۔ .... سوم۔ "تیسرا الہام یہ تھا۔ کہ اس سال یا آئندہ سال ایسی طاعون پڑیگی کہ کوئی انسان زندہ نہیں رہیگا" اگر خط کشیدہ الفاظ اشتہار سے نکال دو۔ تو پچاس روپیہ انعام دیا جائیگا۔

اعتراض کی تقسیم۔ اب میں اعتراض کو چار حصوں پر تقسیم کرکے جواب دیتا ہوں۔ (۱) کیا ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی پوری ہوئی (۲) شبیہ مبارک احمد کی پیشگوئی کیونکر پوری ہوئی۔ (۳) حضرت اقدسؑ نے جو پیشگوئی عبدالحکیم کے متعلق کی تھی وہ پوری ہوئی۔ (۴) طاعون والے الہام کی صداقت کا ثبوت۔

حصہ اوّل۔ اس بات پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ آیا ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد کی پیشگوئی پوری ہوئی یا نہ۔ کیونکہ ہمارے پاس امرتسری مکذب ثناء اللہ کی شہادت موجود ہے۔ کہ مرتد مذکور نے اپنی چودہ ماہیہ پیشگوئی کو تبدیل کرکے یہ الہام بنایا تھا۔ کہ ۱۴ ساون یعنی ۴ ۱۔ اگست کو مرزا مریگا" (اخبار اہلحدیث ۱۵۔ مئی ۱۹۰۸ء) اور خود بھی مکذب حضرت اقدسؑ کی وفات کے بعد بھی اقرار کرتا ہے۔ کہ مرتد کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ مکذب کے الفاظ حسب ذیل ہیں:- "ہم خدا لگتی کہنے سے رک نہیں سکتے۔ ڈاکٹر صاحب اگر اسی پر بس کرتے یعنی چودہ ماہیہ پیشگوئی کرکے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کرتے جیسا کہ انہوں نے کیا۔ چنانچہ ۱۵۔ مئی کے اہلحدیث میں انکے الہامات صحیح ہیں کہ ۱۴ ساون یعنی ۱۴۔ اگست کو مرزا مریگا۔ تو آج وہ اعتراض نہ ہوتا جو معزز پیسہ اخبار نے ۲۷ کے روزانہ پیسہ اخبار میں ڈاکٹر صاحب کے اس الہام پر چھپا ہوا کیا ہے کہ ۱۴ ساون کو کی بجائے ۱۲ ساون تک ہوتا تو خوب ہوتا۔ غرض سابقہ پیشگوئی سہ سالہ اور چودہ ماہیہ کو اسی اجمال پر چھوڑے رہتے اور ان کے بعد میعاد کے اندر تاریخ کا تقرر نہ کر دیتے تو آج یہ اعتراض پیدا نہ ہوتا" (اخبار اہلحدیث ۱۲ جون ۱۹۰۸ء)

کہئے جناب! کیا اب بھی نہ مانوگے کہ عبدالحکیم مرتد کی پیشگوئی غلط نکلی اب تو تمہارے گرو نے فیصلہ کر دیا۔ ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

حصہ دوم۔ شبیہ مبارک احمد کے متعلق الہام اور حضرت اقدسؑ کے الفاظ یہ ہیں "انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے بشارت دیتے ہیں۔ جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہ ہوگا" (تبصرہ ۵۔ نومبر ۱۹۰۷ء) ان الفاظ میں یہ نہیں لکھا گیا۔ کہ وہ قائم مقام مبارک احمد حضرت اقدسؑ کی زندگی میں یا آپ ہی سے پیدا ہوگا۔ تو پھر شور مچاتا کہ وہ لڑکا پیدا نہ ہوا اور مرزا صاحب فوت ہوگئے کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ کہاں کہا گیا تھا۔ کہ وہ مرزا صاحب کی زندگی میں اور آپ ہی کے نطفہ سے پیدا ہوگا۔ تاکوئی اعتراض کر سکے۔ سنو! بگوش ہوش سے سنو! کہ مبارک احمد کا قائم مقام اور شبیہ ۱۴۔ نومبر ۱۹۰۹ء کو پیدا ہو گیا۔ مولود مسعود ہے

جس کا نام صاحبزادہ ناصر احمد سلمہ اللہ ہے اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا فرزند ارجمند ہے۔ کیا کوئی ہے جو ایمان لائے۔ ممکن ہے اس جگہ تاریخی فرزند پکار اٹھیں۔ کہ وہ موعود تو مرزا صاحب کی صلب سے ہونا چاہئے تھا۔ سو اوّل۔ تو کہیں ایسا نہیں لکھا۔ کہ وہ مرزا صاحب کی زندگی میں اور آپ کے نطفہ سے ہوگا۔ دوم۔ شرعاً پوتا بھی بیٹے ہی کے سے حقوق رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اسی حصہ میراث کا وارث ہوتا ہے جس کا بیٹا ہوتا ہے۔ اور قرآن نے اس کو الگ بیان نہیں کیا حتیٰ کہ کتب فرائض میں ہے۔ ولابن الابن حکم الابن یعنی پوتے کے لئے بیٹے کا ہی حکم ہوتا ہے۔ سوم۔ پیشگوئیوں میں بسا اوقات باپ کے متعلق کوئی حکم ہوتا ہے۔ تو وہ بیٹے پر پورا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہ تو مشہور ہی ہے۔ کہ نبی کریم صلعم نے ابوجہل کے ہاتھ میں جنت کا خوشہ دیکھا۔ حالانکہ اس سے مراد عکرمہ ابن ابی جہل تھا۔ اور تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ پر لکھا ہے۔ قال السھیل قال اھل التعبیر رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام اسید بن ابی العیص والیاً علی مکۃ مسلماً فمات علی الکفر وکانت الرؤیا لولدہ عتاب ” کہ نبی کریم صلعم نے رؤیا میں اسید کو مسلمان ہونے کی حالت میں مکہ کا افسر اور حاکم دیکھا اور نبی کی رؤیا وحی ہوتی ہے (دیکھو بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۰ مصری) لیکن وہ کفر کی حالت میں ہی مرگیا اور اس سے مراد اس کا بیٹا تھا عتاب۔

مومنو! اگر نبی کریم صلعم کی وحی میں اسید سے مراد عتاب ہو سکتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کی وحی میں اگر بالفرض نعوذ باللہ آپ کا بیٹا ہوتا، اپنے آپ سے آپ کا بیٹا مراد نہیں ہو سکتا۔

اور سن لیجئے! نبی کریم صلعم نے فرمایا ” اوتیت مفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی قال ابوھریرۃ وقد ذھب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتم تنتثلونھا “ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ مصری) کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں ہیں اور میرے ہاتھوں میں رکھی گئی ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلعم تو رحلت فرما گئے اب ان کو تم ہی جمع کرتے ہو۔

دیکھو نبی کریم نے اپنے ہاتھ میں خزانے دیئے جانے فرمائے تھے مگر وہ دیئے گئے صحابہؓ کو۔ اسی طرح اگر یہ بھی ہوتا کہ میری صلب سے ہی ہوگا۔ تب بھی کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ ہم آپ کے بیٹے کا لڑکا مراد نہ لے سکیں۔ اگر نبی کریم صلعم سے عمرؓ یا دیگر صحابہؓ مراد ہو سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ مسیح موعودؑ سے آپ کا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہٖ مراد نہ ہو سکیں یہ کافی ہے سمجھنے کو اگر اہل کوئی ہو۔

تیسرا حصہ۔ حضرت اقدسؑ نے اس تبصرہ میں تو عبد الحکیم مرتد کے لئے خصوصیت سے کوئی پیشگوئی نہیں کی چنانچہ ہم چیلنج دیتے آئے ہیں۔ کہ ساری اشتہار سے عبد الحکیم کا نام ہی نکال دکھاؤ۔ ہاں البتہ حقیقۃ الوحی میں ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی۔ جو لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ اور واقعات اس کے گواہ ہیں۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔ ” خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔ اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے پر تو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا۔ رب فرق بین صادق وکاذب انت تری

بھی مصلح و صادق" (اشتہار ۱۶- اگست ۱۹۰۶ء) اور اپنی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۳۲۲ پر عبدالحکیم کے متعلق فرمایا "وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ اور خدا اس کو ہلاک کریگا" سو اے آنکھ رکھنے والو۔ دیکھو۔ کہ کس طرح خدا کی باتیں پوری ہوئیں اور عبدالحکیم مرتد خدا کے عذاب میں مبتلا کیا گیا۔

چوتھا حصہ۔ طاعون کے متعلق اس اشتہار میں لکھا ہے "ایک سخت طاعون اس ملک میں اور دوسرے ممالک میں بھی آنیوالی ہے جسکی نظیر پہلے کبھی نہیں دیکھی وہ لوگوں کو دیوانہ کی طرح کردیگی معلوم نہیں کہ اس سال یا آئندہ سال میں ظاہر ہوگی"

افسوس کہ معترض نے یونہی لکھدیا "ایسی طاعون پڑیگی کہ کوئی انسان زندہ نہیں رہیگا" باقی رہا طاعون کا پڑنا اور ایسا پڑنا کہ جس کی مانند پہلے نہ پڑی ہو۔ اس کے لئے ۱۹۰۷ء کے اخبارات کو دیکھ لیجئے اور اسوقت کے زندہ لوگوں سے دریافت کرلیجئے۔ سول اینڈ ملٹری اخبار نے لکھا تھا "۱۹۰۶ء میں طاعون سے اموات میں کمی ہونیکے بعد ۱۹۰۷ء میں غضب آگیا تھا..... ۱۹۰۷ء میں جبکہ لوگ سال گذشتہ کے تجربہ پر کمی کی امید لگائے بیٹھے تھے۔ پھر طاعون نے موت کا بازار گرم کردیا یعنی اس سال ۱۳ لاکھ ۱۶ ہزار آدمی فوت ہوئے" (مورخہ ۱۸- فروری ۱۹۰۹ء) لیکن پھر بھی یہ کہنا "کوئی طاعون ایسی ابتک نہیں ہوئی" نہایت دیدہ دلیری ہے۔ پس اعتراض چہارم اپنے چاروں پہلوؤں سے غلط اور باطل ہے۔ وھو المراد

اعتراض پنجم "مرزا صاحب کو ۱۸۸۶ء میں الہام ہوا کہ تمہارے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا اسکی تعریف یوں کی فرزند ارجمند مظہر الحق والعلیٰ کان اللہ نزل من السماء گویا خود خدا آسمان سے اترا ہے اسکے کپڑوں سے بادشاہ برکت ڈھونڈینگے" (اشتہار ۲۰- فروری ۱۸۸۶ء) مگر افسوس لڑکی پیدا ہوگئی۔ اعتراض ہونے پر مرزا صاحب نے جواب دیا کہ میں نے یہ کب کہا تھا۔ کہ اسی حمل سے وہ لڑکا پیدا ہوگا" اسکے بعد ۷- اگست ۱۸۸۷ء کو لڑکا پیدا ہوگیا۔ اور فوراً ایک اشتہار "خوشخبری" دیا کہ وہی لڑکا پیدا ہوگیا جس کا الہام تھا۔ مگر افسوس یہ لڑکا سولہ ماہ کا ہوکر فوت ہوگیا اور اب تک وہ الہامی لڑکا پیدا نہیں ہوا"

جواب۔ اس اعتراض میں معترض نے بہت بڑا مغالطہ دیا ہے۔ یہ تو سچ ہے۔ کہ اشتہار ۲۰- فروری ۱۸۸۶ء میں ایسے لڑکا ہونیکی پیشگوئی تھی۔ مگر افسوس کہ اس پسر موعود کے لئے جو مدت مقرر فرمائی تھی۔ اس کا ذکر نہ کیا۔ حضرت مرزا صاحب نے پسر موعود کے لئے نو سال مدت قرار دی ہے۔ چنانچہ فرمایا "ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہوجائیگا" (اشتہار واجب الاظہار ۲۲- مارچ ۱۸۸۶ء) جب سیدنا مرزا صاحب نے پسر موعود کیلئے ۹ سال کی مدت مقرر فرمادی تھی۔ تو لڑکی پیدا ہوجانے پر اعتراض کرنا از حد جہالت تھی۔ اور اس کا یہی جواب تھا کہ "میں نے کب کہا تھا کہ اسی حمل سے وہ لڑکا پیدا ہوگا"

اشتہار "خوشخبری" میں جس موعود کی بشارت ہے۔ آپ نے اسکو اشتہار ۸- اپریل ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے چنانچہ "خوشخبری" کو یوں بیان فرمایا ہے "اے ناظرین! میں آپکو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جسکے تولد کیلئے میں نے اشتہار ۸- اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پاکر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا۔ کہ اگر وہ حمل موجودہ میں

پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں یا جو اسکے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائیگا۔ آج ۱۶۔ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا الحمد للہ علیٰ ذالک۔"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہونیوالے مولود کو ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے پس معترض کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے اسکو اس پیشگوئی کا مصداق ٹھیرایا بالکل غلط ہے۔ حضرت اقدس نے پسر موعود کے لئے تو نو سال کا عرصہ قرار دیا ہے مگر ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کے بعد ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ایک دوسرے فرزند کی پیشگوئی فرمائی ہے اور اسکی مدت موجودہ یا اس سے بعد کا حمل ہی قرار دی ہے۔ اور اس پیشگوئی میں اندرمن مراد آبادی کو جواب دیا ہے۔ جس نے نو سال مدت کو لمبا قرار دیا تھا۔ آپنے فرمایا تمہارا اعتراض توڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی بتائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "ماسوا اسکے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی۔ تو آج ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جلشانہٗ کی طرف سے اس عاجز پر اسقدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے۔ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونیوالا ہے یا بالضرور اسکے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں ۹ برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔" (اشتہار صداقت آثار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء)

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ کہ جس خاص موعود کی پیشگوئی ۲۰۔ فروری والے اشتہار میں تھی۔ یہ وہ نہیں۔ ہاں مطلق ایک لڑکے کی بشارت ہے۔ جو ابھی ہونیوالا ہے یا "بالضرور اسکے قریب حمل میں" ہوگا۔

باقی رہا ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء والا اشتہار۔ اسکے متعلق یہ کہنا "اور ابتک وہ الہامی لڑکا پیدا نہیں ہوا" سراسر افترا ہے او مسیح موعودؑ کے مکذب! گوش ہوش سے سن۔ کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء والے موعود کی مدت نو سال تھی (دیکھو اشتہار ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء) اب کیا تجھے یا تیرے ہمنواؤں۔ پیر بخش۔ ثناء اللہ وغیرہ دشمنانِ حق کو معلوم نہیں۔ کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کے بعد عین مدت مقررہ یعنی ۹ سال کے اندر ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء کو مولود پیدا ہوا۔ جو اس پیشگوئی کا مصداق ہے۔ جو ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کو کیگئی تھی۔ جس کا نام نامی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (ایدہ اللہ بنصرہ) ہے۔ جس کی تائیدات بھی کر رہے ہیں۔ کیا کسی کی آنکھیں ہیں جو دیکھے یا کان ہیں تا سُنے۔ مبارک ہیں وہ جو جلد بازی نہیں کرتے۔ بلکہ سوچ اور فکر سے کام لیتے ہیں۔

اعتراض ششم۔ "مرزا صاحب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۱۶ پر لکھتے ہیں کہ "میں مسیح موعود ہوں اور توریت سے ثابت ہے۔ کہ میں ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہکر اپنا کام کرونگا۔" مگر افسوس مرزا صاحب ۱۳۲۶ھ کو ۹ سال پیشتر ہی اس دنیا سے کوچ کر کے اپنی کذب پر مُہر لگا گئے۔"

الجواب۔ اس عبارت میں معترض نے خط کشیدہ الفاظ کو حضرت مرزا صاحب کے الفاظ قرار دیا ہے۔ حالانکہ سیدنا مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ نہیں۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۱۶ میں یہ الفاظ ہیں: "اس فقرہ میں دانیال نبی بتلاتا ہے۔ کہ اس نبی آخر الزمان کے ظہور سے (جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے) جب بارہ سو نوے برس گذرینگے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ اور تیرہ سو

پینتیس ہجری تک اپنا کام چلائیگا یعنی چودھویں صدی میں سے پینتیس برس برابر کام کرتا رہیگا اب دیکھو اس پیشگوئی میں کس قدر تصریح سے مسیح موعودؑ کا زمانہ چودھویں صدی قرار دیا ہے۔ اب بتلاؤ کیا اس سے انکار کرنا ایمانداری ہے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۱۶ حاشیہ)

اس عبارت میں حضرت مرزا صاحبؑ نے نبی آخر الزمان کے ظہور سے لیکر ۱۳۳۵ سال تک مسیح موعودؑ کا کام کرنا بتایا ہے۔ سب جانتے ہیں۔ کہ نبی آخر الزمان کا ظہور مکہ میں ہوا جس کے قریباً تیرہ سال بعد آپ نے ہجرت کی اور سن ہجری شروع ہوا۔ تو جس وقت ۱۳۲۶ھ ہوگا۔ وہ نبی آخر الزمان کے ظہور کے حساب سے قریباً ۱۳۳۹ھ واں سال ہوگا پس آپ نے ۱۳۳۵ھ تک ضرور کام کیا۔

دوم۔ اگر "نبی آخر الزمان کے ظہور" سے ۱۳۳۵ سال مراد نہ لو۔ بلکہ ہجری سن لو۔ تب بھی حضرت مرزا صاحبؑ پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ اوّل تو یہ بائیبل کی پیشگوئی ہے۔ دوم۔ اس عبارت میں حضرت مرزا صاحبؑ نے یہ کہاں لکھا ہے کہ مسیح موعودؑ زندہ رہکر کام چلائیگا۔

یہ وہ اعتراضات ہیں۔ جو مباحثہ ماہل پور میں بقول قاضی فضل احمد کیئے گئے اور رسالہ تائید الاسلام ماہ جون میں شائع ہوئے۔ ہم اب ان کے جواب بفضلہٖ کافی و وافی دے چکے حق طلب انسان کیلئے چاہیئے۔ کہ غور کرے اور حقیقت کو پالے۔

رسالہ تائید الاسلام کے اگلے حصہ میں چند آدمیوں کے نام دیئے گئے ہیں۔ بہو ذنگی۔ عیسیٰ بن مہرویہ۔ ابو جعفر صالح بن ظریف وغیرہ وغیرہ۔ ان کے متعلق ایڈیٹر نے لکھا ہے۔ کہ ان میں سے بعض نے دعویٰ نبوت کیا اور یوں ہوا یوں ہوا۔ گویا انہوں نے بھی ۲۳ سال کی مہلت پائی تا یہ ثابت ہو کہ آیت قرآنی لو تقول علینا الخ نعوذ باللہ غلط ہے۔ ہم ایڈیٹر تائید الاسلام کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ تم ایک آدمی ہی ایسا پیش کرو۔ جس کے دعاوی وحی و نبوت اپنے الفاظ میں موجود ہوں اور اس کے الہام بھی دکھاؤ اور پھر ثابت کردو کہ وہ بعد دعویٰ ۲۳ سال تک زندہ رہا ہے۔ اور کامیاب ہوا تباہ و برباد نہیں ہوا اگر ہمت ہے۔ تو با حوالہ ایک ہی کا ثبوت دو۔

ایک اور اعتراض۔ مرزا صاحب نے مسیح موعود کا کام غلبۂ اسلام بتایا ہے۔ وہ آپ کے ہاتھ سے نہیں ہوا۔ معلوم ہوا آپ مسیح موعود نہ تھے۔ بلکہ جھوٹے تھے۔

جواب۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ میں تمام لوگوں کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں لیکن ان کو ہدایت تو کجا اپنا نام تک بھی پہنچا نہ سکے۔ بلکہ اس وقت امریکہ وغیرہ کا عرب کے لوگوں کو علم تک بھی نہ تھا۔

یا یہ کہے کہ آپ کی غرض روحانی اندھوں کو آنکھیں اور تمام قوموں کو ہدایت قرار دی تھی۔ چنانچہ بخاری میں ہے:۔

لن یقبضہ اللہ حتی یقیم بہ الملۃ العوجاء بان یقولوا لا الٰہ الّا اللہ و یفتح بہا اعینًا عمیًا و آذانًا صمًّا و قلوبًا غلفًا۔ لیکن آپکے بعد گمراہ اور کافر باقی رہے تو معلوم ہوا کہ آپ نعوذ باللہ صادق رسول نہ تھے۔

کیا تعجب کا مقام نہیں۔ کہ عیسائی تو اپنے طرز عمل سے ثابت کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے عیسٰی پرستی کے ستون کو توڑ دیا۔ مگر یہ مسلمان کہلانیوالے ابھی ایسے سوئے ہوئے ہیں۔ کہ کچھ خبر نہیں۔

یسوع کی موت صلیب پرستی کے ابطال کیلئے وہ کاری حربہ ہے جس کو وہی جانتا ہے جس پر پڑے۔ پھر صلیب سے زندہ اُترنا کفارہ کو باطل کرنے میں زبردست ہتھیار ہے۔ مگر اس کے نزدیک جو سمجھے اور غور کرے۔

پس مسیح موعودؑ کے ہاتھوں حقیقی غلبۂ اسلام ہو چکا۔ لیکن اگر ظاہری غلبہ کا اعتراض ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسیح موعودؑ نے اپنا زمانہ قرون ثلاثہ قرار دیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں "مسیح موعودؑ کا زمانہ اس حد تک ہے جس حد تک اسکے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائینگے۔ اور اس کی تعلیم پر قائم رہینگے غرض قرون ثلاثہ کا ہونا برعایت منہاج نبوت ضروری ہے۔" (تریاق القلوب صفحہ ۸۰، ۳ طبع دوم) اور پھر الوصیت صفحہ ۵ پر فرمایا ہے۔ "جس راستبازی کو دنیا میں وہ (انبیاء) پھیلانا چاہتے ہیں اسکی تخمریزی انہی کے ہاتھ سے دیتا ہے۔ لیکن اسکی پوری تکمیل انہی کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔"

پھر تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵ پر فرماتے ہیں: "میں ایک تخمریزی کرنیکے لئے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ بیج بویا گیا اور بڑھیگا اور پھولیگا۔ اور کوئی نہیں جو اسکو روک سکے۔" پس ظاہری غلبہ کے لئے کہ لوگ ہندو مذہب اور عیسائیت وغیرہ سے بیزار ہو کر جوق درجوق اسلام میں داخل ہوں اس کے لئے تین صدیاں مقرر ہیں۔ انتظار کرو تا دھوکہ نہ کھاؤ۔ وہ شخص بہت احمق ہے کہ بیج بوتے ہی درانتی لیکر کاٹنے چل پڑے۔ ہر چیز کے لئے وقت مقرر ہے ضرور ہے کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوں اور خدا کی باتیں ظاہر ہوں۔ مگر وقت سے پیشتر اعتراض دانائی سے بعید ہے دنیا ضرور ضرور اسلام کی طرف آئیگی۔ مگر اسکا وقت ابھی نہیں۔ ہاں سہ ویأتی یوم لدی مثل برق ٭ فلا تبقی الکلاب ولا النباح۔ یقیناً مرزا صاحب نے وہی کیا جو دیگر انبیاء کرام کرتے رہے بلکہ بہتوں سے بڑھ گیا۔ مگر افسوس ان پر جو نہ سمجھیں اور اعتراض کریں باقی مسلمانوں کا تنزل سو اُس کا دوحرفی سبب مرزا صاحبؑ کا انکار ہے۔ فرمایا سہ

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

پس مسلمانوں کی شکستہ حالی۔ ادبار۔ پستی۔ تنزل بھی نوید نامرزا صاحبؑ کی صداقت کا زبردست نشان ہے۔ کیونکہ ایسے وقت میں ضرور تھا۔ کہ وہ خدا جس نے فرمایا تھا۔ اِنّا نحن نزّلنا الذکر و انّا لہٗ لحافظون۔ کہ ہم اسلام کی حفاظت کرینگے۔ اسلام کی حفاظت اور ترقی کے لئے مامور و مرسل کو بھیجتا۔ بھلا بتاؤ کہ پھر مسیح کیا اسوقت آئیگا جب اسلام کا

جنازہ نکل چکا ہوگا۔ اور وہ زبان حال سے کہیگا۔ سہ

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر + پتھر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر

میرا جواب اور آخری نوٹس بدقسمتی سے پیر بخش صاحب مجھے لکھ تو بیٹھے۔ کہ اگر تم صاف طور پر قرآن کریم کی ایک آیت سے وفات مسیح دکھا دو۔ تو ہم سو روپیہ انعام دیں گے۔ اس بچارے کو کیا معلوم تھا۔ کہ میرے پیچھے ہی پڑ جائینگے۔ خیر جب مطالبہ کیا گیا۔ کہ باقاعدہ روپیہ کسی جگہ جمع کرا کے ہمارے لئے تسلی بخش انتظام کر دو اور ثالث کا تصفیہ کرو اور دیگر شرائط کا بھی جلد فیصلہ کرو۔ تو لگے بغلیں جھانکنے اور لکھا کہ صاحب "صاف طور" پر وفات مسیح دکھانی ہوگی۔ کہا گیا ہاں صاحب! صاف طور پر ہی دکھائینگے جس طرح موسیٰ۔ ابراہیم۔ یونس۔ نوح علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت صاف طور پر ثابت ہے"۔ کہ اب کیا تھا۔ آپ کو بہانہ مل گیا۔ اور جھٹ گریز شروع کر دیا حتیٰ کہ ماہ جون کے رسالہ میں لکھ مارا۔ کہ چونکہ ابھی تم اپنے دعویٰ پر قائم نہیں ہو۔ اس لئے باقی شرائط کا ابھی تصفیہ نہیں ہوتا۔ پہلے اپنے دعویٰ پر قائم ہو۔

اس پر ہمارا جواب ہے کہ بفضلہ ہم اپنے دعویٰ پر قائم ہیں۔ اور رہیں گے انشاء اللہ۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ قرآن کریم سے صاف طور پر وفات مسیح ثابت ہے۔ آپ نے ایک آیت سے ثابت کرنے کا چیلنج دیا تھا۔ بخوشی منظور ہے۔ اگر ہمت ہے تو مرد میدان بنو۔ اب صنف نازک کی طرح پردہ میں مت جاؤ۔ بہت جلد ثالث کا تصفیہ کرو۔ اور بہتر ہو۔ کہ بجائے رسالہ کے جو مہینہ میں ایک بار نکلتا ہے۔ خط و کتابت سے ثالث کا فیصلہ ہو جائے لیکن ادھر اُدھر کی کوئی بات نہ ہو۔ صرف مطلب کی لکھو۔ اور معقول جواب پاؤ۔ ورنہ اگر گریز ہی کرنا ہے۔ تو تضیع اوقات کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپکے نام یہ آخری نوٹس ہے۔ کہ روپیہ جمع کرا کے ہمیں رسید بھجواؤ۔ کہ اگر ثالث تمہارے حق میں فیصلہ کر دیں۔ تو تم کو روپیہ لینے کا ہر طرح اختیار ہوگا۔ اور ثالثوں کے نام اور شرائط فیصلہ بھی درج کریں۔ اگر جلدی ہمیں ان باتوں کے تصفیہ سے اطلاع نہ دیگئی۔ تو ہم سمجھیں گے کہ ایڈیٹر تائید الاسلام اپنے چیلنج پر قائم نہ رہے۔ اور یقیناً نہ رہیں گے۔ سہ

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

([illegible])

مباحثہ پنام ماہ جون کے تائید الاسلام میں پنام ضلع ہوشیارپور کے مباحثہ کے متعلق لکھا ہے کہ غیر احمدی مولوی نادر کالمعدوم کو کامیابی ہوئی۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ مولوی نادر علی جو ایک آیت بھی درست نہ پڑھ سکا اور ہر بات میں منہ کی کھائی حتیٰ کہ متعدد غیر احمدیوں نے ہمارے پاس آکر اقرار کیا۔ کہ آج ہمارے مولوی کو کچھ نہیں آیا نہ معلوم آپ نے کیا کر دیا اور پھر تیسرے دن ٹہل پور اور چوتھے دن گڑھ شنکر میں بحث سے کلی انحراف کرکے اپنی ہزیمت کا عملی اقرار کیا۔ جس پر سکھ احباب نے بھی تحریر لکھدی کہ مولوی نادر علی صاحب گریز کر رہے ہیں غیر احمدی مخالفوں کی گواہی بحوے نیرزد ؛

کیا مسیح موعودؑ کیلئے حج ضروری ہے؟

امرتسری مکذّب نے اہلحدیث یکم جون ۱۹۲۳ء میں ایک اعتراض کر کے اس کے متعلق لکھا ہے۔ "ہمارے دوست اب آئندہ کے لئے مرزائی مباحثہ میں کسی قسم کی تکلیف گوارا نہ کیا کریں صرف یہی سوال اور جواب مع جواب الجواب کے یاد کر لیا کریں اور ہر موقع پر پیش کر دیا کریں انشاء اللہ ہر میدان میں فتحیاب ہونگے" یہ گپ کہاں تک صحیح ہے اس کو آپ ابھی ملاحظہ فرمالیں گے۔ بہرحال ہم امرتسری کا تلبیسانہ اعتراض جو اس نے بطور جواب الجواب درج کیا ہے بلفظہ درج ذیل کرتے ہیں:۔ "حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث صحیح مسلم میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ والذی نفسی بیدہٖ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء حاجًّا او معتمرًا اولیثنیھما (صحیح مسلم جلد اوّل) یعنی آنحضرت فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے حضرت عیسٰی بن مریم فج الروحاء (مکہ مدینہ کے درمیان) سے حج کا احرام باندھینگے اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسٰی مسیح موعود ضرور حج کرینگے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلعم نے ان کے احرام باندھنے کی جگہ بھی بتادی جس سے دیکھنے سے یقین ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ وقوعہ ضرور ہوگا یعنی حضرت مسیح موعودؑ حج کرینگے۔ مرزا صاحب نے حج نہیں کیا۔ وجہ اس کی یہ بتائی گئی ہے۔ کہ ان کے حق میں امن نہ تھا۔ لیکن حدیث شریف بتا رہی ہے۔ کہ مرزا صاحب اگر مسیح موعود ہوتے تو ان کے لئے ہر طرح خدا کے حکم اور پیغمبر خدا صلعم کی خبر سے راستہ صاف اور ہر طرح امن ہوتا۔ کیا خدا قادر قیوم اس پر قادر نہیں کہ وہ اپنے مسیح موعود کے لئے ہر قسم کی رکاوٹیں اٹھادے؟ بلٰی وھو علٰی کل شیءٍ قدیر۔"

ناظرین! ابھی آپ پر منکشف ہوجائیگا۔ کہ یہ اعتراض کس پایہ کا ہے۔

جواب اوّل:۔ مولوی ثناء اللہ نے والذی نفسی بیدہٖ الخ کو آنحضرت صلعم کا قول قرار دیکر لکھا ہے۔ کہ آپ نے مسیح موعود کا یہ نشان قرار دیا ہے۔ حالانکہ معاملہ بالکل دگرگون ہے۔ الفاظ حدیث صراحۃً بتلاتے ہیں۔ کہ یہ آنحضرت صلعم کے الفاظ نہیں چنانچہ مکمّل حدیث یوں ہے۔ "عن حنظلۃ الاسلمی قال سمعت ابا ھریرۃ یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہٖ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء حاجًّا او معتمرًا او لیثنیھما"۔ جس کے اس جگہ مناسب عبارت یہی معنی ہیں۔ کہ حنظلہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ کو آنحضرت صلعم سے باتیں بیان کرتے سنا ابوہریرہؓ نے کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ مسیح ضرور فج الروحاء سے احرام حج یا عمرہ یا قران باندھیں گے۔

گویا حضرت ابوہریرہؓ نے یہ کلمات مندرجہ آنحضرت صلعم سے بعینہٖ نقل نہیں کیئے۔ بلکہ دیگر بیانات سے استنباط کر کے انہوں نے اپنی طرف سے بطور قیاس بیان کیئے ہیں۔ پس جب یہ الفاظ حضرت ابوہریرہ کے اپنے الفاظ ہیں۔ تو امرتسری کی بنیاد ہی سرے سے اکھڑ جاتی ہے۔ خصوصًا جبکہ ابوہریرہؓ کے متعلق محدثین کا یہ مقولہ ہے۔ "القسم الثانی من الرواۃ ھم المعروفون بالحفظ والعدالۃ دون الاجتہاد والفتوی کابی ھریرۃ وانس بن مالک فاذا صحّت روایۃ مثلھما عندک فان وافق الخبرُ القیاسَ فلا خفاء فی لزوم العمل بہ وان خالفہٗ کان العمل بالقیاس

اولیٰ" (اصول شاشی کانپوری صفحہ ۵۷) دوسرا گروہ راویوں کا وہ ہے جن کا حافظہ اور عدل تو مانا گیا ہے مگر اجتہاد اور فتویٰ نہیں جیسے ابوہریرہ اور انس بن مالک ہیں جب ان کی روایت ہو۔ اور قیاس کے مطابق ہو تو وہ واجب العمل ہے لیکن اگر قیاس کے برخلاف ہو۔ تو قیاس اولیٰ ہوگا" پس اب یہ نشان اگر ان ہی معنوں میں ہے۔ جو امرتسری نے بیان کیئے ہیں۔ تو یہ ۔ حضرت ابوہریرہؓ کا قول ہے۔ جن کے متعلق فقہاء اور محدثین کی رائے ملاحظہ ہو چکی ہے ۔

جواب دوم: مسلم طرفین ہے۔ کہ احادیث میں روایت بالمعنیٰ نہ صرف جائز۔ بلکہ عموماً روایت ایسی ہی ہوتی ہے۔ تو جب ہم دیگر احادیث پر بنظر تعمق غور کرتے ہیں۔ تو ہم پر واضح ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے رؤیا میں مسیحؑ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام کو بھی حج کے لئے تلبیہ کہتے ہوئے اور مختلف وادیوں سے گذرتے ہوئے دیکھا ہے اور حضرت مسیحؑ اس میں اکیلے ہی نہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے یہ معمہ بالکل حل ہو جاتا ہے۔ "عن ابن عباس قال سرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین مکة والمدینة فمررنا بوادٍ فقال ای وادٍ ھذا فقالوا وادی الازرق قال کانی انظر الی موسٰی فذکر من لونه وشعره شیئاً واضعاً اصبعیه فی اذنیه له جوارٌ الی اللہ بالتلبیة مارًا بھذا الوادی قال ثم سرنا حتی اتینا علی ثنیة فقال ای ثنیة ھذہ قالوا ھرشی او لفت فقال کانی انظر الی یونس علی ناقةٍ حمراء علیه جبة صوفٍ خطام ناقته خلبة مارًا بھذا الوادی ملبیًا" (رواہ مسلم) (مشکوٰۃ صفحہ) ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان جا رہے تھے۔ ہم ایک وادی پر گذرے آنحضرتؐ نے پوچھا یہ کونسی وادی ہے عرض کیا گیا وادی ازرق فرمایا گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا ہوں اور آپ نے ان کے رنگ اور بالوں کا بھی کچھ تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ وہ اپنی انگلیاں کانوں میں دھرے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف التجاء اور لبیک کہتے ہوئے اس وادی سے گذر رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے پھر ہم آگے چلے یہاں تک کہ ہم ایک گھاٹی پر پہنچے آپ نے فرمایا یہ کونسی گھاٹی ہے انہوں نے کہا ہرشی یا لفت۔ آپ نے فرمایا گویا میں یونس علیہ السلام کو سرخ اونٹنی پر صوف کا جبہ پہنے ہوئے اس وادی میں تلبیہ کہتے ہوئے گذرتے دیکھتا ہوں۔ انتہی۔

پس دراصل اس حدیث کی تائید سے بالوضاحت ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔ اُن کو آپ نے فج الروحاء میں تلبیہ کہتے جاتے دیکھا۔ پس اس کو مسیح موعودؑ کی علامت قرار دینا اور اسے حضرت مرزا صاحب علیہ التحیة والسلام کے دعاوی کے برخلاف استدلال کرنا بعید از عقل ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوگا۔ کہ آنحضرتؐ نے جس طرح یونس علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کو حج کے لئے آتے دیکھا۔ اسی طرح مسیح اسرائیلی کو بصورت مکاشفہ دیکھا۔ دیگر نیست۔ چنانچہ فج الروحاء کا لفظ مکاشفہ پر ہی دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ فج الروحاء اسلامی حج کے لئے کوئی میقات (جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے) نہیں ہے۔ اور یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عیسیٰؑ کے لئے فج الروحاء کو ہی میقات قرار دیا ہے طفلانہ خیال ہے کیونکہ اس قول میں کہ وہ فج الروحاء سے تلبیہ کہینگے یا کہتے ہیں۔ اور اس قول میں کہ ا۔

میقات ہی فجّ الروحاء ہے زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ایک شک کا ازالہ:۔ اس جگہ اگر یہ کہا جائے کہ لیہلن کا لفظ ہے۔ جو مضارع موکد بانون ثقیلہ ہے۔ اور اس کے معنی استقبال کے ہی ہونے چاہئیں تو یاد رہے۔ کہ اوّل تو ہم بتا آئے ہیں کہ روایت بالمعنی ہے۔ دوم۔ یونس اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی وہ الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں۔ جو بمعنی مضارع ہوتے ہیں۔ تو اس جگہ کیوں استقبال کے معنی نہیں لئے جاتے۔ سوم۔ مضارع موکدہ بانون ثقیلہ حال کے معنوں میں بھی آجاتا ہے۔ جیسا کہ آیت اِنَّ منکم لمن لَیُبَطِّئَنّ اور وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا" میں ہے۔

جواب سوم۔ اگر بالفرض یہ پیشگوئی بھی ہو تو بھی حضرت اقدسؑ کے حج نہ کرنے سے یہ جھوٹی نہیں نکل سکتی اور اس سے حضرت مسیح موعودؑ کے کذب پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔ "اُعْطِیْتُ مفاتیح الشام" "اُعْطِیْتُ مفاتیح فارس" "اُعْطِیْتُ مفاتیح الیمن" (کنز الاعمال جلد ۵ صفحہ ۲۷۸) کہ مجھے شام اور فارس اور یمن کی چابیاں دیگئی ہیں۔ مگر واقعات نے ظاہر کر دیا کہ در اصل وہ چابیاں آپکے جانشینوں کو ملیں۔ اور اس طرح آپ کی وہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اسی طرح اس جگہ کیوں نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حج بدل ہو بھی گیا تھا۔ تفکرو تدبر۔

جواب چہارم۔ اگر بالفرض یہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی علامت قرار بھی دیجا دے تو اسی مسلم اور بخاری کی دوسری حدیث کو ساتھ ملانے سے نہ صرف مسیح ہی کی علامت حج کرنا بتائی گئی ہے بلکہ دجّال ملعون کے لئے بھی ایسا ہی حج طواف ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔ "عن عبد اللّٰہ بن عمر ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اُرِیْتُنِی اللیلة عند الکعبة فرأیتُ رجلًا آدم کاحسن ما انت راءٍ من اُدم الرجال له لِمّةٌ کاحسن ما انت راءٍ من اللمم قد رجّلها فھی تقطر ماءً متکئًا علی عواتق رجلین یطوف بالبیت فسألتُ من ھذا فقالوا ھذا المسیح بن مریم قال ثم اذا انا برجل جعد قطط اعور العین الیمنی کانّ عینه عنبة طافیة کاشبه من رایتُ من الناس بابن قطن واضعًا یدیه علی منکبی رجلین یطوف بالبیت فسألتُ مَنْ ھذا فقالوا ھذا المسیح الدجال متفق علیه (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۶) آنحضرت صلے نے فرمایا۔ کہ میں نے ایک رات اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک گندمی آدمی بہت خوبصورت بالوں والا جس کے بالوں سے پانی ٹپکتا تھا۔ دو آدمیوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا مسیح بن مریم۔ پھر میں نے ایک آدمی گھونگریالے بالوں والا مینڈھے دار آنکھ والا ابن قطن سے زیادہ مشابہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا مسیح دجّال۔ انتہیٰ۔

تمنازعہ فیہ حدیث کو اس مذکورہ بالا حدیث کے ساتھ ملانے سے یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ اگر یہ ظاہری علامت ہے۔ تو نہ صرف مسیح کے لئے ہے بلکہ دجّال کے لئے بھی ہے۔ حالانکہ دجّال کا ظاہری طور پر طواف بالبیت از قبیل محالات ہے۔

پس دونو طوافوں کی اہمیت کو مدِّنظر رکھ کر علماء سلف نے جو تاویل اس طواف کی کی ہے وہ ہم درج کرتے ہیں۔ اور اس بات سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ کہ رؤیا میں کسی کو حج کرتے دیکھنا کیا معنی رکھتا ہے "ومن اراد الاطلاع فلیطالع تعطیر الانام"۔
چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے "قال التورپشتی طواف الدجال عند الکعبۃ مع انہ کافر اولہ بان رؤیا النبی صلعم من مکاشفاتہ کوشف بان عیسٰی فی صورتہ الحسنۃ التی ینزل علیھا یطوف حول الدین لاقامۃ امورہ و اصلاح فسادہ و ان الدجال فی صورتہ الکریھۃ التی سیظھر علیھا یدور حول الدین یبغی العوج والفساد (حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۶) علامہ تورپشتی فرماتے ہیں۔ کہ طواف دجال وغیرہ آنحضرت صلعم کے مکاشفات میں سے ہے۔ آپؐ پر کھولا گیا۔ کہ عیسٰیؑ اپنی اچھی صورت میں دین (اسلام) کے گرد گھومینگے اس کے فساد کی اصلاح اور دیگر امور کی اقامت کے لئے اور دجال اپنی بری صورت میں دین کے گرد پھریگا کجی اور فساد تلاش کرتا ہوا۔ انتہٰی۔

ناظرین! آپ غور فرماویں۔ کہ کیا صاف اور واضح معنی تھے مگر احبار یہود نے کس طرح ان کو بگاڑ کر حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراضات کیئے ہیں اور کیونکر اپنی چالبازیوں سے کام لیا ہے۔

اس جگہ اگر یہ سوال ہو۔ کہ کیا ان معنوں سے بھی حضرت مرزا صاحب نے طواف بالبیت یا حج کیا ہے۔ تو یاد رہے۔ کہ ہمیں اپنے پاس سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہم صرف سلسلہ عالیہ کے اشد ترین اور بدترین دشمن محمد حسین بٹالوی کے الفاظ ہی ذیل میں درج کر دیتے ہیں۔ "ہماری رائے میں یہ کتاب (براہین احمدیہ تصنیف حضرت مرزا صاحب علیہ السلام) اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے کہ جسکی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی" پھر لکھتے ہیں۔ "اور اس کا مؤلف (حضرت مسیح موعودؑ) اسلام کی مالی جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا جسکی نظیر پہلے زمانے میں بہت ہی کم پائی گئی" (رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۶) پس جس حج اور طواف بالبیت کو مسیح موعودؑ کی علامت قرار دیا گیا ہے اس حج کے لئے دوست و دشمن اپنے و بیگانے آپؐ کے مصدق ہیں۔ کیا کوئی سعید روح ہے جو سمجھے؟

جواب پنجم۔ اصول حدیث میں یہ بات مانی گئی ہے۔ کہ "اِنّ المشائخ کثیراً ما کانوا یذکرون بعد سوق متن الحدیث کلاماً من عندھم علی سبیل التفسیر والتفریع فیحسب من یروی عنھم ان الکلام من متن الحدیث (شرح الشرح نخبۃ الفکر صفحہ ۴۷) مشائخ اکثر دفعہ متن حدیث کے بیان کرنے کے بعد بطور تفسیر اپنے پاس سے کچھ کلام ذکر کرتے ہیں۔ ان سے روایت کرنے والا سمجھ لیتا ہے۔ کہ یہ کلام بھی متن حدیث میں سے ہے۔ اس قاعدہ کے بعد واضح رہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ کی بھی یہ عادت ہے جیسا کہ آپ کی متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ تو اب جبکہ وہ یا ان سے روایت کرنے والا حج یا عمرہ یا قرآن کے متعلق خود شک میں ہیں۔ جیسا کہ لفظ "او" سے واضح ہوتا ہے۔ اس بات کے مان لینے میں انکار کی گنجائش نہیں ہو سکتی کہ ممکن ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے الفاظ "حاجاً

او معتمرًا او لیثنیھما" اپنی عادت کے موافق اپنے پاس سے بطور تفسیر درج کر دیئے ہوں۔ اور اصل حدیث کے الفاظ " والذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء" ہی ہوں۔ جس پر لفظ باء جو اھلّ کا صلہ واقع ہوا ہے۔ دلالت کرتا ہے۔ اور ان کے صاف یہ معنی ہیں۔ کہ مسیح موعودؑ جو بوجہ مشابہت تامہ کے مسیح ابن مریم کے نام سے موسوم ہوگا۔ وہ فج الروحاء کی منادی کریگا۔ کیونکہ لکھا ہے۔ " اھلّ فلان بذکر اللہ رفع صوتہٗ بہٖ عند نعمۃ او رؤیۃ شیءٍ یعجبہٗ " (منجد) اور جیسا کہ آیت اُھِلَّ بِہٖ لغیر اللہ میں بھی ہے۔ اور فج الروحاء یعنی وسیع راستہ سے مراد اسلام ہے۔ جو سب مذاہب کے لئے داعی اور ان کو کھاجانے والا ہے۔ تو معنی ہونگے اللہ کی قسم مسیح موعودؑ اسلام کی ہی منادی کریگا۔ یا فج الروحاء سے ترقی اور نجات کا راستہ مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہوگا۔ کہ مسیح موعودؑ کو بہت مشکلات پیش آئینگی لیکن بالآخر وہ ان مصائب و آفات سے نجات کی راہ پالیگا۔ اور حفاظت اسلام کے لئے اس کو حصار امن مل جائیگا۔ تو وہ شکر کے نعرے ماریگا۔ اور فج الروحاء کو دیکھ اللہ اکبر بآواز بلند پکاریگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے حج پر کلّی نظر

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مسیح موعودؑ کے لئے احادیث میں ظاہری معنوں میں حج کرنا مراد نہیں۔ اور جس قسم کا حج مسیح موعودؑ کے لئے ضروری تھا۔ وہ حج حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بھی کیا ہے۔ لیکن ایک معترض کہہ سکتا ہے۔ کہ خیر یہ باتیں تو ہوئیں لیکن تم یہ بتاؤ۔ کہ مرزا صاحبؑ نے حج کیوں نہیں کیا۔ حج نہ کرنے والا مسلمان کیونکر ؟ تو یاد رہے۔ کہ قبل از انکشاف حالات حضرت اقدسؑ کے حج نہ کرنے پر اعتراض کرنا ایسی ہی جہالت ہے۔ جیسے کوئی کہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ ووجدک عائلاً فاغنیٰ کہ خدا نے تجھ کو غنی کر دیا مگر آپ نے کبھی زکوٰۃ ادا نہیں فرمائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو بموجب پیشگوئی حدیث دو بیماریاں تھیں۔ اور بیمار " من استطاع الیہ سبیلاً " سے خارج ہے۔ نیز آپؑ کے لئے راستہ بھی مصئون و محفوظ نہ تھا۔ لہٰذا آپؑ اس لحاظ سے بھی " من استطاعَ الیہ سبیلاً " میں داخل نہ تھے۔ پس آپؑ کا ترک حج اپنی مرضی سے نہ تھا۔ بلکہ مجبوریوں کے باعث تھا اور لا یکلف اللہ نفسًا اِلّا وسعھا" اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ امید ہے۔ کہ امرتسری منکر غور و فکر سے کام لیگا۔ اور آئندہ ایسے بودے اعتراضات سے احتراز کریگا۔

(اللہ دتا جالندھری)

مقصد مذہب۔ اساس الاتحاد۔ بطلان قدامت روح و مادہ۔ اسلام کی اندرونی تصویر۔ آریہ سماجی دوگا مذھی۔

اطلاع یہ ۲۴ صفحے انجمن احمدیہ بغداد نے زائد بھی چھپوائے ہیں دوست محصولڈاک ارسال کرکے طلب کریں۔ تشحیذ قادیان

[illegible] ضیاء الاسلام [illegible] قادیان

نیچر کے غلاف اور انکی ماہیت

"شریعت اسلامیہ نے مسلمانوں کے لئے خاص وضع قطع مقرر فرمائی ہے اور اسے فطرت و سنّت ابراہیمی قرار دیا ہے۔ داڑھی بڑھانا۔ مونچھوں کو کٹوانا۔ بغلوں کے اور زیر ناف بالوں کو لینا۔ ختنہ کرانا۔ ناخن کٹوانا وغیر ذالک۔ اس کی حکمتیں ہمارے معزز مہربان چوہدری ڈاکٹر محمد شاہ نواز خان صاحب ایم بی بی ایس (جنہوں نے پہلے سال امتحان اسسٹنٹ سرجن پاس کیا) نے از روئے طب قلمبند فرمائی ہیں جن کا مطالعہ آجکل کے تعلیم یافتہ مسلم و غیر مسلم ناظرین رسالہ کے لئے انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور چوہدری مولا بخش صاحب بھٹی سیالکوٹی کے لائق فرزند ہیں۔ چوہدری صاحب سلسلہ کے پُر جوش و مخلص ممبر اور حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے ان کا نام منارۃ المسیح پر کندہ ہے اکثر احباب نے دیکھا ہوگا ہم امید کرتے ہیں کہ لائق باپ کے لائق فرزند آئندہ بھی اپنے علمی مؤیدات سے رسالہ کو سرافراز فرماتے رہینگے (ایڈیٹر)

انسانی پیدائش پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نیچر نے انسان کو مختلف قسم کے غلاف حفاظت کے لئے عطا کیے ہیں جن میں سے مخفی یعنی اندرونی ہیں۔ اور بعض بیرونی۔ یہ غلاف ایک خاص وقت کے لئے ہوتے ہیں۔ اور جب وہ اپنا فعل پورا کر چکتے ہیں۔ تو ان کو نیچر یا تو خود ہی تحلیل کر دیتی ہے یا انسان کو بعض دفعہ ان میں مخل ہونا پڑتا ہے علم پیدائش کے جاننے والوں کو معلوم ہے۔ کہ بہت سے اندرونی غلاف پردے اور وریدیں ایسی ہیں۔ جو جنین کے لئے صرف ماں کے پیٹ میں ہی ضروری ہوتے ہیں۔ اور جب ان کی ضرورت نہیں رہتی۔ تو نیچر خود بخود ہی بعض کو پیدا ہونے سے پہلے اور بعض کو پیدائش کے بعد آہستہ آہستہ تحلیل کر دیتی ہے۔ مثلاً جنین کی آنکھ کی پتلی کے آگے ایک باریک پردہ ہوتا ہے۔ اور دل کے اندر بھی کئی ایسے پردے۔ سوراخ اور وریدیں ہوتی ہیں۔ جن کو پیدائش سے پہلے نیچر کو پھاڑنا۔ تحلیل کرنا یا سوراخوں کو بند کرنا پڑتا ہے۔ بیرونی غلافوں میں سے سب سے پہلے میں اس جھلّی یا غلاف کو لونگا جن میں پیدائش سے پہلے جنین پڑا ہوتا ہے۔ سب ڈاکٹر اور کئی لوگ بھی جانتے ہیں کہ بچہ کے پیدا ہونے کے لئے ان غلافوں کا پھٹنا ضروری ہے۔ ورنہ بچہ کا پیدا ہونا محال ہوتا ہے۔ بلکہ ماں کے لئے خطرناک ہوتا ہے۔ اور اگر بچہ غلافوں سمیت پیدا ہو جائے۔ تو پھر ہمیں بچے کی جان بچانے کے لئے اس جھلّی کو پھاڑنا پڑتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ کیا جائے۔ تو بچہ ایک دو منٹ میں دم گھٹ کر مر جائے۔ جیسا کہ بعض دفعہ خشک پیدائش (Dry Birth) میں یعنی جس پیدائش میں غلاف نہیں پھٹتے ہم کو کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح عضو خاص کی حفاظت کے لئے بھی نیچر نے ایک غلاف بنایا ہے۔ جس کو مسلمان لوگ ختنہ کی رسم ادا کرتے وقت کاٹتے ہیں۔ مشاہدہ سے ثابت ہوگیا ہے۔ کہ یہ غلاف

بھی ایک وقتی ضرورت کے لئے تھا یعنی رحم مادر میں جب کہ عضو کی حالت نازک ہوتی ہے۔ اور بعد میں اس کا کٹوا دینا ہی بہتر ہوتا ہے کیونکہ یہ غلاف بہت دفعہ نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ میں اپنے مضمون اسلامی ختنہ کی فلاسفی میں کھول کر بتا چکا ہوں۔ اسی طرح پیدائش کے بعد بچہ کے خون کے دورہ اور تنفس کو قائم کرنے کے لئے ہم کو پھر نیچر کے کام میں مخل ہونا پڑتا ہے۔ یعنی ناڑہ کو باندھنے اور کاٹنے میں۔ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ کیوں نیچر بعض پردوں کو خود تحلیل کرتی ہے۔ بعض سوراخوں کو خود بند کرتی ہے۔ اور بعض میں انسان کو مخل ہونا پڑتا ہے۔ یہ کیسا تماشہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نیچر آنکھ کی پتلی والے پردے اور دل کے اندر جو سوراخ یا وریدیں وقتی ضرورت کے لئے ہوتی ہیں ان کو اس لئے خود بند کرتی یا تحلیل کرتی ہے۔ کہ یہ باریک اور مخفی پردے انسانی دسترس سے بہت بعید تھے۔ اور انسانی عقل اس حد تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ کہ ان کو خود معلوم کر سکے۔ اگر نیچر خود مثلاً آنکھ والے پردے کو تحلیل نہ کرتی۔ تو یقیناً ۹۹ فی صدی بچے اندھے رہ جاتے۔ کیونکہ کوئی نہ جانتا کہ بینائی کے لئے اس پردہ کا پھاڑنا ضروری ہے۔ اسی طرح بعض پردوں مثلاً جو دل کے اندر ہیں۔ ان تک تو انسان کا ہاتھ پہنچ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے نیچر خود انسان کی مدد کو پہنچتی ہے۔ ہاں جو پردے انسانی دسترس میں ہیں۔ اور انسان ان پر قادر ہے۔ وہ خود ان کو پھاڑتا ہے۔ مثلاً جنین کے غلاف۔ ناڑو۔ اور عضو خاص کی جھلی۔ یعنی غلفہ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ یہ نیچر کے کام میں دخل اندازی ہے۔ مگر یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ یہ نیچر کے خلاف نہیں بلکہ عین نیچر کے منشاء کے مطابق ہے۔ اور نیچر کی مدد کرنا ہے۔ اگر آپ دخل اندازی کو ناپسند نہیں کرتے۔ تو کیوں بچہ کو اس کی قسمت پر نہیں چھوڑ دیتے۔ کیوں اس کے ناڑہ کو باندھتے اور کاٹتے ہو۔ اور کیوں بعض دفعہ جنین کے غلافوں کو اپنے ہاتھ سے پھاڑ کر بچہ کی جان بچاتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ نیچر کے بعض غلاف جو وقتی ضرورت کے لئے ہوتے ہیں۔ ان کو اگر ضرورت سے زیادہ دیر تک رہنے دیا جائے تو یقیناً نقصان دہ بلکہ بعض دفعہ مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہی غلاف رحم مادر میں بہت مفید اور ضروری تھے۔ یہ تو ان غلافوں کا حال ہے۔ جو پیدائش سے پہلے۔ یا پیدائش کے وقت تحلیل کئے جاتے ہیں۔ اب میں پیدائش کے بعد کے غلافوں کو لیتا ہوں۔

جسم انسانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نیچر انسان کو مختلف غلاف حفاظت کے لئے مختلف وقتوں میں دیتی ہے جنکی ضرورت انسان کو تمدن اختیار کرنے کے بعد نہیں رہتی۔ کیونکہ پھر وہ اپنی حفاظت اور ذریعوں سے کر سکتا ہے۔ اور اس طرح انسان ان غلافوں کا کام کپڑوں وغیرہ سے لے لیتا ہے۔ اور پھر وہ ان غلافوں کا محتاج نہیں رہتا۔

سب سے پہلے میں عضو خاص کے غلاف (غلفہ) کو لیتا ہوں۔ مشاہدات سے ثابت ہے۔ کہ غلاف بھی انسان کی ایک وقتی ضرورت کے لئے ہے۔ اس لئے تمدن اختیار کرنے کے بعد اس غلاف کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ انسان پھر اس کی حفاظت کپڑوں وغیرہ سے کر سکتا ہے۔ چنانچہ عاجز نے ختنہ کی خوبیاں اور اس کے نہ کرانے کے نقصان تفصیل کے ساتھ اپنے مضمون اسلامی ختنہ کی

فلاسفی میں بیان کیئے ہیں (اخبار فاروق مورخہ ۱۳ ر مارچ ۱۹۲۴ء) اس طرح انسان نیچر کے دیئے ہوئے غلاف کا کام تمدن اختیار کرنے کے بعد کپڑوں وغیرہ سے لے لیتا ہے۔ اور اس کو اس غلاف کی ضرورت نہیں رہتی۔

تشریح الابدان کے جاننے والوں کو معلوم ہے۔ کہ نیچر نے جسم کے مختلف مقامات پر غدود جاذبہ ( ) رکھے ہیں۔ جن کا کام جسم کی حفاظت یعنی زہروں کا جذب کرنا اور ان کی مدافعت میں مدد دیتا ہے جب کوئی زہر جسم میں جذب ہوجاتا ہے۔ تو یہ غدود اس کو چوس لیتی ہیں۔ اور اسطرح سارے جسم کو زہر کے اثر سے بچا لیتی ہیں۔ یہ غدود خاص طور پر ان مقامات پر رکھے گئے ہیں۔ جہاں جسم کے دو بیرونی اعضاء یا حصے آپس میں ملتے ہیں۔ مثلاً گردن اور دھڑ کے ملاپ پر۔ بازو اور دھڑ اور ٹانگوں اور جسم کے ملاپ پر۔ یعنی گردن۔ بغل اور ران میں یہ غدود بہت بڑے اور تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں جب انسان بلوغت کو پہنچتا ہے۔ تو ان مقامات پر خصوصیت سے بال زیادہ نکلتے ہیں جو جسم کے دیگر مقامات کے بالوں سے لمبے ہوتے ہیں۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ بالوں کو پیدا کرنے کا منشاء سردی سے بچاؤ اور نازک حصوں کی حفاظت ہے۔ اسی لئے ان مقامات کی غدودوں کی حفاظت کے لئے نیچر یہاں پر لمبے لمبے بال پیدا کر دیتی ہے۔

اسی طرح ناخنوں کے نیچے کے نازک گوشت ( ) کی حفاظت کے لئے نیچر نے ناخن پیدا کیئے۔ مگر وہ ضرورت سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ اور شکاری جانوروں کی طرح لمبے اور نوکدار ہو جاتے ہیں۔

انسان جب تمدن اختیار کرتا ہے۔ تو وہ کپڑے پہن لیتا ہے۔ اور اسطرح وہ ان نازک مقامات کی حفاظت کا کام کپڑوں سے لے لیتا ہے۔ اس لئے اس کو نیچر کے ان غلافوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس اصل کے ماتحت انسان کو تمدن اختیار کرنے کے بعد بغلوں کے بال اور موئے زہار کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ ان مقامات کی حفاظت کپڑوں سے بخوبی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح انسان کو شکاری جانوروں کی طرح لمبے لمبے ناخنوں کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تمدن اختیار کرنے کے بعد وہ چیر پھاڑ کرنے کا کام ناخنوں کی بجائے۔ چھری۔ چاقو اور کانٹوں سے لے سکتا ہے۔ اس لئے بغل کے بال۔ اور موئے زہار کا منڈوانا ناخنوں کا کٹوانا نیچر کے منشاء کے مطابق ہے۔ نہ کہ اس کے برعکس۔ جیسا کہ بعض قوموں میں رواج ہے۔ بعض لوگ مذہبی رکاوٹوں کی وجہ سے جسم کے کسی حصہ کے بالوں کو منڈوانا گناہ خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ یہ نیچر کے خلاف اور اس کے کام میں دخل اندازی ہے۔ حالانکہ میں بتا چکا ہوں۔ کہ انسانی پیدائش پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ عین نیچر کے منشاء کے مطابق ہے۔ اور اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ جن کا ذکر آگے آئیگا۔ اب رہا گردن اور گلے کے بال یعنی داڑھی کا سوال۔ کیا اسکو بھی بغل کے بال اور موئے زہار کی طرح منڈوا دینا چاہیئے۔ کیا اس کا منڈوانا نیچر کے منشاء کے مطابق ہے۔ یا اس کا رکھنا۔ اس کے جواب کے لئے ہم کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ انسان نے تمدن اختیار کرنے کے بعد اس مقام کی غدود کی حفاظت کا کیا سامان کیا ہے۔ جسم کے دیگر مقامات کی طرح انسان گردن اور گلے کو کپڑوں وغیرہ سے نہیں ڈھانپتا۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس مقام پر نیچر کے دیئے ہوئے غلاف (داڑھی) کو بھی قائم رکھا جائے۔ تاکہ

اس مقام کے غدود جاذبہ کی حفاظت ہو سکے۔ اس سے معلوم ہؤا۔ کہ داڑھی کا منڈوانا نیچر کے کام میں دخل اندازی ہے۔ اور اس کا رکھنا ہی نیچر کے منشاء کے مطابق ہے۔ جیسا کہ بعض قوموں میں رواج ہے۔

اس سے پہلے جن غلافوں کا مَیں نے ذکر کیا ہے۔ ان میں مرد و عورت دونو شامل تھے۔ مگر اب سوال یہ ہے۔ کہ نیچر نے مرد کے گلے کے غدود کی حفاظت کے لئے تو داڑھی پیدا کر دی۔ لیکن عورت کے داڑھی تو نہیں نکلتی۔ ان کی حفاظت کیلئے نیچر نے کیا انتظام کیا ہے۔ یہ بات مشاہدات سے ثابت ہے۔ کہ عورتیں مردوں کی نسبت سردی کو اچھی طرح برداشت کر سکتی ہیں۔ چنانچہ سردی کے موسم میں بعض عورتیں گلا اور سینہ ننگا رکھ سکتی ہیں۔ اور عموماً عورتیں معمولی کپڑوں میں گذارہ کر لیتی ہیں۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ عورتوں کے جسم میں جلد کے نیچے چربی زیادہ ہوتی ہے۔ جو انکو سردی سے بچاتی ہے عورتوں میں بالوں کا کام چربی بخوبی دیتی ہے۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ نیچر نے عورتوں کے سینے اور گلے کی حفاظت کیلئے جسم کے اندر چربی زیادہ مقدار میں پیدا کر دی ہے۔ جو کہ بالوں کا کام دیتی ہے۔ یعنی نازک حصّوں کی حفاظت اور سردی سے بچاؤ۔ اس کے علاوہ چربی سے عورتوں کی قدرتی نزاکت اور خوبصورتی بھی قائم رہتی ہے یہی وجہ ہے۔ کہ عورتوں کے جسم پر مردوں کی بہ نسبت بال کم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کی بجائے چربی رکھ دی گئی ہے۔ نیچر کے اس اصول کے ماتحت جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ ثابت ہؤا کہ انسانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ ختنہ کرائیں۔ داڑھی رکھیں۔ موئے زہار اور بغلوں کے بال منڈوائیں۔ اور ناخنوں کو بڑھنے نہ دیں۔ اور عورتوں کو چاہیئے۔ کہ وہ بھی سامان حفاظت کریں۔ کیونکہ یہی وضع اور طرز زندگی انسانی فطرت کے مطابق اور نیچر کے منشاء کے عین مطابق ہے۔ اس کے خلاف کرنا بالکل نیچر کے منشاء کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس طرز زندگی میں بعض نقصان ہیں۔

اب مَیں اختصار کے ساتھ ان فوائد کا ذکر کرتا ہوں۔ جو اس طرز کے اختیار کرنے میں ہیں:۔

(۱) **ختنہ کے فوائد** میں علیٰحدہ مضمون (اسلامی ختنہ کی فلاسفی) میں مَیں بتا چکا ہوں۔

(۲) **بغلوں کے بال منڈوانے** کے فوائد سب کو معلوم ہیں۔ پسینہ اور دیگر رطوبتیں بالوں کی جڑوں اور جلد سے بخوبی خارج ہو سکتے ہیں۔ اور بغل گندا اور بدبو وغیرہ کی شکایت کم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس مقام کی صفائی بھی آسانی سے ہو سکتی ہے۔

(۳) **موئے زہار کے منڈوانے** کے فوائد بہت ہیں۔ جن میں سے مَیں بعض کا ذکر کروں گا۔ اس مقام کے بالوں کی حِس زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس مقام کے بال منڈوانے سے نازک مقام کی حس زیادہ نہیں ہوتی۔ اور جو خرابیاں اس جگہ کی حس کے زیادہ ہو جانے سے ہو سکتی ہیں۔ انسان اس سے بچ جاتا ہے۔

پھر نازک مقام کی صفائی پوری طرح سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بال اگر لمبے ہوں تو میل وغیرہ کا دور کرنا مشکل ہوتا ہے۔

اسکے علاوہ اس کا ایک اور فائدہ یہ ہے۔ کہ اس مقام میں حرارت ہے۔ بال اگر لمبے ہوں تو حرارت پوری طرح خارج نہیں ہو سکتی۔ (سب کو معلوم ہے کہ نیچر نے سرد ممالک کے جانوروں کو کیسے لمبے لمبے بال دیئے ہیں۔ اسکی یہی وجہ ہے

کہ حرارت جسم سے زیادہ نہ خارج ہو جائے۔ اور جانوروں کا جسم گرم رہے)۔

اسطرح یہ مقام زیادہ گرمی سے بچا رہتا ہے۔ طب کی رُو سے اس مقام کا ٹھنڈا رکھنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ زیادہ حرارت نقصان دہ ہے۔

بالوں کی جڑوں سے جو فُضلات نکلتے ہیں۔ اور جِلد کی غدودوں سے جو مواد اور رطوبتیں نکلتی ہیں۔ وہ سب آسانی خارج ہو سکتی ہیں۔ اور وہ ان سوراخوں میں داخل ہو کر مضر اثر نہیں پیدا کر سکتیں۔

(۴) ناخن کٹوانے کے فوائد سے کون واقف نہیں۔ ناخن اگر لمبے ہوں تو ان میں مَیل جمع ہو جاتی ہے۔ اور کھانا کھاتے وقت سخت کراہت آتی ہے۔ اس کے علاوہ ناخن کے نیچے بہت سے جرم چھپ کر صحت کو نقصان پہنچا سکتے ہیں

(۵) مَردوں میں داڑھی رکھنے کے فوائد۔ طب کی رو سے مَیں اب بیان کرتا ہوں۔ حال ہی میں ایک ڈاکٹر نے ثابت کیا ہے۔ کہ داڑھی رکھنے والے لوگوں کی عمر داڑھی مُنڈوانے والوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ اور عموماً طبعی عُمر کو پہنچ کر فوت ہوتے ہیں دوسرے اسکے علاوہ اس نے معلوم کیا ہے۔ کہ سینے کی امراض داڑھی مُنڈوانے والے لوگوں میں زیادہ پائی جاتی ہیں۔ بلکہ مَیں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں۔ تیسرے یہ کہ خنازیر یعنی ہیجڑوں ( ) کی شکایت داڑھی مُنڈوانے والے لوگوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ چوتھے۔ پلیگ کے متعلق اور ہدایات کے علاوہ ایک یہ بھی ہدایت ہے کہ طاعون کے ایّام میں داڑھی ہرگز نہ مُنڈوائی جائے۔ کیونکہ اگر ذرا بھی زخم اُسترے سے لگ گیا تو طاعونی مادہ اس میں بہت جلد اثر کریگا۔ پانچویں۔ اس کے علاوہ اُسترے کا استعمال مُنہ کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ کیونکہ اس سے بعض دفعہ زہر مثلاً آتشک اور اینتھرکس وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ چھٹے۔ داڑھی سینے کی حفاظت میں مدد دیتی ہے۔ کیونکہ بات چیت کرتے وقت یہ سینہ کو ہوا کے جھوکوں سے بچاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ داڑھی رکھنے والوں میں دوسروں کی نسبت سینہ کی امراض کم ہوتی ہیں۔

(۶) داڑھی کے فوائد کے ضمن میں مونچھوں کی وضع کے متعلق بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مونچھوں کا اس حد تک بڑھانا کہ اوپر کا لب بالکل نظر نہ آئے۔ ہرگز مناسب نہیں۔ کیونکہ اس سے بالوں کی رطوبت اور فضلات نکل نکل کر مُنہ میں پڑتے رہتے ہیں اور کھانے پینے کے وقت بال اس چیز میں پڑتے ہیں۔ جس سے سخت کراہت پیدا ہوتی ہے اسلئے مناسب یہی ہے۔ کہ اوپر کے لب کے بالوں کو کٹوا دیا جائے۔ جس طرح مسلمان لوگ لبوں کو کٹواتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس قوم اور کس مذہب نے انسان کو فطرت کے مطابق وضع اختیار کرنیکی تعلیم دی ہے۔ بعض قوموں مثلاً سکھوں نے یہاں تک اپنے آپ کو ابتدائی صورت میں رکھا ہے کہ وہ نیچر کے کسی کام میں اپنے خیال کے مطابق دخل دینا جائز نہیں سمجھتے چنانچہ وہ جسم کے کسی حصّہ کے بال نہیں کٹواتے یا مُنڈواتے اور ختنہ بھی نہیں کراتے۔ اس کے برعکس یورپین لوگوں نے یہاں تک نیچر کی مدد کی ہے کہ داڑھی کیا بلکہ مونچھوں کا بھی صفایا کر دیا ہے۔ مگر موئے زہار کو مُنڈوانے اور ختنہ کرانے

کے وہ بھی برخلاف ہیں۔ ان دونو قوموں نے افراط اور تفریط سے کام لیا ہے۔ ایک فریق نے اپنے آپکو بالکل ابتدائی صورت میں رکھا۔ اور دوسرے نے مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر نیچر کے کام میں حد سے زیادہ دست اندازی شروع کر دی۔ اس لئے یہ دونو وضعات غیر فطرتی اور نیچر کے منشاء کے خلاف ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اگر کسی مذہب نے اپنے پیروؤں کو انسانی فطرت اور نیچر کے منشاء کے مطابق وضع اختیار کرنیکی تعلیم دی ہے۔ تو وہ صرف مذہبِ اسلام ہے۔ اس مذہب کے بانیؐ نے جو اُمّی تھا۔ اس حکیم اور علیم خدا سے جو قادرِ مطلق ہے۔ خبر پاکر اپنے پیروؤں کو جو وضع اختیار کرنے کا حکم دیا۔ وہ عین انسانی فطرت کے مطابق اور نیچر کے منشاء کے مطابق تھا۔ چنانچہ یورپ کی موجودہ تحقیقاتیں اور علوم ان کی ہر طرح سے تائید کرتی ہیں خدا کرے کہ یہ لوگ نیچر کے منشاء کو سمجھیں۔ اور وہ وضع اختیار کریں۔ جو انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ آمین۔ والسلام

خاکسار ڈاکٹر چوہدری محمد شاہ نواز خاں۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ سیالکوٹ

شیعیت میں اقرار بقائے نبوّۃ

جب سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے (مسئلہ ختم نبوت کی یہ تشریح کرکے کہ اب حضرت خاتم النبیینؐ کے بعد کوئی نبی براہِ راست خدا کی طرف سے مبعوث نہیں ہو سکتا۔ البتہ بہمین کمال متابعت آنحضرت صلعم منصبِ نبوّت پر فائز ہو سکتا ہے) اپنے اُمّتی نبی ہونیکا اعلان فرمایا۔ علمائے مخالفین نے اس عقیدہ کو ایک نہایت کارآمد ہتھیار پایا۔ اور عوام کالانعام کو احمدیت کے خلاف خوب ہی بھڑکایا۔ اور حسبِ دل خواہ دنیوی فائدہ اُٹھایا۔ لیکن سلسلہ عالیہ کی طرف سے جس طرح دوسرے مسائل مثل وفاتِ مسیح علیہ السّلام وغیرہ پر پُرزور نتیجہ خیز بحث کی گئی۔ اسی طرح بقائے نبوّت جیسے عقیدہ پیچیدہ ولاینحل کو بھی بتائیدِ خدائے عزّ وجلّ نہایت آسان کر دیا گیا۔ اور شروع شروع میں یا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ عقیدہ بالکل جدیدہ ہے۔ اور علمائے اسلام میں سے شاید ہی کسی نے اس کی تائید کی ہوگی۔ یا اب یہ حال ہے کہ رفتہ رفتہ اسلام کے ہر ایک فرقہ سے اسکی موافقت ثابت و متحقق ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ علمائے احناف میں سے ملّا علی قاری جیسے فاضل سے بصراحت تمام آیۃ خاتم النبییّنؐ کے معنی یوں منقول ہیں۔ کہ اب آنحضرت صلعم کے بعد ایسا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کر دے۔ یا آپؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔ دیکھو رسالہ موضوعات ملّا علی قاری۔ صوفیائے کرام میں سے شیخ محی الدّین ابن عربی جیسے بزرگوار کا عقیدہ بشرح حدیث لا نبي بعدي ولا رسول بعدي ثابت ہوا۔ کہ آنحضرت صلعم کے پیچھے کوئی نبیؑ یا رسولؑ صاحبِ شریعت جدید نہیں آسکتا۔ دیکھو فتوحاتِ مکیہ۔ اور ہمارے ہندوستان کے صوفیوں میں سے حکیم محمد حسن صاحب قابلِ ذکر ہیں۔ جنہوں نے اپنی کتاب کوکبِ دُرّیہ میں نبوّتِ غیر تشریعی کا اجراء تسلیم کیا۔ اسی طرح علمائے غیر مقلدین جنہوں نے خاص طور پر ہماری مخالفت کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے۔ اُنکے سرتاج نواب صدیق حسن خان

صاحب نے بھی لا نبي بعدی کی تشریح میں ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ حدیث لا وحی بعد موتی بے اصل ہے۔ ہاں لا نبي بعدی آیا ہے۔ اس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں۔ کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لاویگا۔ اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲ سطر ۴۔ لیکن شیعوں کی نسبت ابتک معلوم نہ ہو سکا تھا۔ کہ ان کا اس بارہ میں کیا عقیدہ ہے۔ سو واضح ہو کہ شیعوں میں ائمہ کرام کو عام انبیاءؑ تو درکنار انبیاءؑ اولوالعزم سے بھی فضیلت میں بدرجہا بڑھ چڑھ کر مانا گیا ہے جیسے کہ دولت ایران کے وزیر اعظم لسان الملک مرزا محمد تقی خان نے بصراحت تمام ارقام فرمایا۔ دیکھو ناسخ التواریخ جلد دوئم کتاب ششم دوسرے ان کا عقیدہ ہے کہ خدا کی طرف سے ہر ایک امام کے لئے علیحدہ علیحدہ سر بمہر صحیفہ نازل ہوتا ہے۔ جس کو وہ اپنے دَور امامت میں کھول کر اسکے مطابق عملدرآمد کرتے ہیں۔ دیکھو اصول کافی کتاب الحجۃ۔ اس کے بعد ہم نفس مضمون کی طرف رجوع کرتے ہوئے عرض پیرا ہیں۔ کہ ائمہؑ کی نسبت باوجود اعتقاد ختم نبوّت شیعوں میں ایک قسم کی نبوّت کا اجراء اور بقاء بھی بعد آنحضرت صلعم کے مسلّم ہے۔ جیسے کہ روایات ذیل سے واضح ہو جائیگا۔

۱۔ جابر نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے۔ کہ مَیں نے آنجناب سے آیت لکلّ امّۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضي بينھم بالقسط وھم لا يظلمون۔ کی تفسیر دریافت کی۔ آپنے فرمایا اس کی تفسیر باطن میں یہ ہے کہ اس اُمّت (محمدیہ) کے ہر ایک قرن کے واسطے ایک رسول آل محمدؐ سے مقرر ہے۔ جو اپنے قرن میں ان کی طرف رسولؐ ہو کر آتا ہے اور وہی اولیاء ہیں اور وہی رسولؑ ہیں۔ عن جابر عن ابی جعفر قال سالتہ عن تفسير ھذہ الاية لكل امّة رسول فاذا جاء رسولهم قضى بينهم وهم لا يظلمون قال تفسيرها بالباطن ان لكل قرن من هذه الامّة رسولاً من آل محمدؐ يخرج الى القرن الذى هو اليهم رسول وهم الاولياء وهم الرسل۔ بحار الانوار جلد ۷ باب جامع تاویل ما نزل فیھم و نوادرھا مطبوعہ ایران صفحہ ۱۵۵۔

۲۔ آیت دافی ہدایہ اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم (تابعداری کرو خدا کی اور تابعداری کرو رسول اور اولی الامر کی جو تم میں ہوں) تین مطاعوں یعنی خدا اور رسولؐ و امام کی اطاعت کا ذکر ہے۔ اور اطیعوا (اطاعت کرو) جو امر کا صیغہ ہے دو دفعہ مذکور ہے اوّل تو شروع آیت کا اطیعوا جو اللہ سے پہلے ہے اور لفظ اللہ کے ساتھ شامل ہے۔ دوسرا اطیعوا رسول اور اولی الامر کے ساتھ وارد ہے۔ حالانکہ بظاہر زیادہ موزوں یوں تھا کہ تین مطاعوں کے ساتھ تینوں دفعہ اطیعوا وارد ہوتا۔ اب جو رسول اور اولی الامر کے درمیان سے اطیعوا کا لفظ ترک کر دیا گیا ہے۔ اسکی فلاسفی میں مُلّا باقر مجلسی صاحب رقمطراز ہیں:۔

وایضاً ترک لفظ اطیعوا میان رسول و اولی الامر مشعر است باینکہ مرتبہ امارت نظیر مرتبہ نبوّت و مثل آنست بلکہ چنانچہ نبوّت رسالتے است از جانب خدا بوساطت ملک امامت نیز فی الحقیقت نبوتے است بوساطت نبی

و بایں سبب اطاعت اولی الامر اطاعت است بہ نبیؐ پس بایں سبب اطیعوا درمیان متوسط نہ شدہ بخلاف مرتبہ نبوّت کہ ہر چند بالاترین مراتب است مثل مرتبہ الوہیت نیست۔ و توسط اطیعوا میان لفظ جلالہٗ و رسول اشارہ است بایں۔ حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۷۷۔

یعنی اور اسی طرح رسول اور اولی الامر کے بیچ میں سے لفظ اطیعوا کا ترک کر دینا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ امارت کا مرتبہ نبوّت کے مرتبہ کی نظیر اور اس کی مانند ہے۔ بلکہ جس طرح نبوّت سے مراد منجانب خدا فرشتہ کی معرفت ایک رسالت ہے۔

امامت بھی درحقیقت ایک نبوّت ہے۔ نبی کے واسطہ سے اور اسی لئے اولی الامر کی اطاعت نبی ہی کی اطاعت ہے پس اسی لئے ان کے بیچ میں اطیعوا وارد نہیں ہوا۔ برخلاف مرتبہ نبوّت کے کہ خواہ کتنا ہی بلند ترین مرتبوں میں ہو۔ تاہم مرتبہ الوہیت کی مانند نہیں ہے۔ اور خدا اور رسولؐ کے بیچ میں جو اطیعوا آپڑا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ائمہ کا انکار اور اس کا نتیجہ ناگوار

(۱) شیخ الطائفہ محقق ابن بابویہ فرماتے ہیں۔ واعتقادنا فی من جحد امامۃ امیرالمؤمنین علیؑ بن ابی طالب الائمۃ من بعدہٗ کجحد نبوۃ جمیع الانبیاء۔ ترجمہ۔ جو شخص حضرت علیؑ بن ابی طالب اور ان کے بعد والے ائمہ کی امامت کا انکار کرے۔ تو ایسا شخص اس شخص کی مانند ہے جو تمام نبیوں کی نبوت کا منکر ہو۔ ترجمہ اردو عقائد شیخ صدوق صفحہ ۸۸ مطبوعہ اثنا عشری دہلی۔

(۲) واعتقادنا فی من اقر بامیرالمؤمنین وانکر واحداً من بعدہٖ من الائمۃ انہ بمنزلۃ من اقر بجمیع الانبیاء وانکر نبوۃ محمدؐ ا۔ ترجمہ۔ اور جو شخص امیرالمؤمنین علیہ السّلام کی امامت کا معتقد ہو لیکن ان جناب کے بعد والے اماموں میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو اسکے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ شخص گویا تمام نبیوں کا مقر ہے مگر ہمارے نبی جناب محمد مصطفےٰؐ کی نبوّت کا منکر ہے۔

(۳) وقال الصادقؑ المنکر لاٰخرنا کالمنکر لاوّلنا۔ ترجمہ۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جو شخص ہمارے آخری امام کا منکر ہو۔ تو گویا وہ ہمارے پہلے امام کا منکر ہے۔ ترجمہ عقائد شیخ صدوق صفحہ ۸۸

خادم حسین احمدی دہلی ۲۰۔ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء

وعن ابن عباس قال۔ قال رسول اللہ انا اوّل من یاخذ بحلقۃ الجنۃ فیفتحہا ومعی فقراء المؤمنین وانا سید الاولین والاٰخرین من النبیین ولا فخر (رواہ الدیلمی)

یہ حدیث اجراء نبوّت کی زبردست دلیل ہے کیونکہ نبی کریم صلعم نے اپنے آپ کو سید الآخرین من النبیین فرمایا ہے۔ اب اگر آپکے بعد نبی ہی کوئی نہیں ہوتا۔ تو آپ کیونکر آخر میں آنے والے نبیوں کے سیّد کہلا سکتے ہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح کا سفر یورپ

اہمیت ۔ اغراض ۔ مشکلات

اغراض سفر

جس کام کے لئے میں جا رہا ہوں۔ وہ اپنی نوعیت میں بالکل نرالا ہے۔ ایسا نرالا کہ ابتک ہمارے بعض دوست بھی اسکو نہیں سمجھے۔ میں نے سنا کہ ایک دوست ریل میں ایک غیر احمدی کو سمجھا رہے تھے۔ کہ انکے ولایت جانیکی غرض تبلیغ اسلام ہے۔ حالانکہ گو تبلیغ اسلام ہر اک کا فرض ہے۔ اور میرا بھی۔ مگر جیسا کہ میں نے بوضاحت لکھا ہے۔ تبلیغ کے لئے باہر جانا خلیفہ کے لئے درست نہیں۔ اسکا اصل کام تبلیغ کی نگرانی ہے۔ اسکا مبلغ کے طور پر باہر جانا سلسلہ کے لئے ایسی خطرناک مشکلات پیدا کر سکتا ہے جن سے باہر نکلنا مشکل ہو جائے۔ پس یہ سفر تبلیغ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ تبلیغ کی مشکلات کو معلوم کرنے اور ایسا مقامی علم حاصل کرنے کے لئے ہے۔ جو آیندہ مغربی ممالک میں تبلیغ کرنیکے لئے ممد ہو۔ اور ان خطرناک آفات کو معلوم کرنے اور انکا علاج دریافت کرنے کے لئے ہے۔ جو مغربی ممالک میں اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ہی پیدا ہونیوالی ہیں۔ اور جن کو اگر پہلے سے مدنظر نہ رکھا گیا تو اسلام کا مغرب میں پھیلنا ہی اسلام کی تباہی کا موجب ہوگا۔

کام کی مشکلات

ان مشکلات کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ممالک جو اسلامی کہلاتے ہیں وہ بھی یورپ کی تہذیب کے اثر کے نیچے پردہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ عورت اور مرد کے اکٹھے ناچ کا ان میں رواج پایا جاتا ہے۔ سود عام ہو چکا ہے۔ جب یہ اثر یورپ کے لوگوں نے صرف ملاقات سے ان مسلمان قوموں پر ڈالدیا ہے۔ جو نسلاً بعد نسلاً مسلمان چلی آتی ہیں۔ اور جو اس سے پہلے اسلامی احکام کی عادی ہو چکی تھیں تو کس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ یہ قومیں مسلمان ہو کر ان عادات کو چھوڑ دینگی لیکن اگر یہ مسلمان ہو کر ان عادات کو قائم رکھیں۔ تو یقیناً دوسری اسلامی دنیا جو اسوقت تک اسلامی احکام پر قائم ہے انکو مسلمان بھائی بنیاں کر کے اپنی پہلی حالت کو بدل دیگی۔ کیونکہ یورپ کو دنیا کے خیالات پر ایسی حکومت ہے۔ کہ وہ مسمریزم سے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔ جب یورپ مسلمان ہوا۔ تو مسلمانوں پر اسکے خیالات کا اثر اور بھی بڑھ جائیگا اور جس بات کو یورپ معمولی کہے گا۔ وہ بھی معمولی سمجھنے لگیں گے۔

وجاہت کا اثر

وجاہت کا دنیا میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ اپنے اندر ہی دیکھلو۔ خواجہ (کمال الدین) صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو وجاہت حاصل تھی۔ جماعت کے ایک حصّہ کو انہوں نے کسطرح تباہ کر دیا۔ بعض لوگ واقع میں مخلص تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کے دعوؤں پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر انکی وجاہت

کے اثر گے نیچے جن باتوں کو انہوں نے کہا۔ کہ ٹھیک ہیں۔ انہوں نے بھی کہدیا ٹھیک ہی۔ اگر یورپ کے مالدار اور فلاسفر مسلمان ہو گئے۔ اور دنیا کی شان و شوکت نے مسلمانوں کی آنکھوں کو چندھیا دیا۔ تو اسوقت اگر یورپ کے نومسلموں نے کہا۔ کہ پردہ سے مراد خدا تعالیٰ کی یہ پردہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ اس سے مراد صرف اسوقت کی ضرورتوں کا پورا کرنا اور بعض فسادوں سے بچنا تھا۔ تو تمام عالم اسلام کہیگا کہ سبحان اللہ کیا نکتہ نکالا ہے۔ اور اگر اس نے یہ کہا۔ کہ سود سے مراد بھی صرف وہ قرض ہے جو مصیبت زدہ لیتا ہے اسکو بیشک بغیر سود کے دینا چاہیئے۔ لیکن جو روپیہ لوگ تجارتوں اور جائدادوں کے بڑھانے کے لئے لیتے ہیں۔ اسپر کیوں روپیہ قرض دینے والا نفع نہ لے۔ یہ سود نہیں تو سب لوگ کہیں گے کہ واہ واہ نہایت پُر حکمت بات نکالی ہی۔ پس ہم دو آگوں میں ہیں اگر ہم یورپ کو مسلمان نہیں کرتے تب اسلام خطرہ میں ہے۔ اور اگر ہم اُسے مسلمان کرتے ہیں۔ تب بھی اسلام خطرہ میں ہے۔ پس ہمارا فرض ہی۔ کہ اس مسئلہ پر جسقدر بھی غور کیا جائے عقل اور حیران ہوتی جاتی ہے۔ ہر ممکن پہلو سے غور کریں اور کوئی ایسی تدبیر نکالیں جس سے یہ دقتیں دور ہوں۔ اور مغربی ممالک اسلام کو قبول بھی کر لیں اور اسلام کی اصلی شکل کو بھی نقصان نہ پہنچے۔

کام کے نظام اور کام میں فرق

چونکہ مسلمانوں میں سے عموماً اور ہندوستان سے خصوصاً حکومت جاتی رہی ہے۔ اور اسوجہ سے حکومت کی روح بھی نہیں رہی۔ اسلئے لوگ ان باتوں کے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہے۔ وہ اس امر کو تو سمجھ سکتے ہیں۔ کہ کوئی کام عارضی طور پر کرکے ہم اس سے فائدہ اُٹھالیں۔ لیکن وہ اس امر کو نہیں سمجھ سکتے۔ کہ ایک کام یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ کام کے کرنے کے طریق کا فیصلہ کیا جائے۔ انکے نزدیک یہ بات ہر شخص فوراً سمجھ سکتا ہے اور یہی وجہ ہے۔ کہ ایشیائی لوگ ہمیشہ اپنی کوششوں میں ناکام رہتے ہیں۔ مغربی لوگ جو کام شروع کرتے ہیں۔ پہلے اس کام کے سب پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور اس کی مشکلات کو حل کرنے کی تدبیریں سوچتے ہیں۔ پھر اس کام کو کرتے ہیں۔ اور اسوجہ سے اکثر کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ جب تک یہ مرض ایشیائیوں کے دل سے دور نہ ہوگی۔ کہ ایک منٹ کے فکر کے بعد جو خیال انکے دل میں آجائے۔ وہ سکیم نہیں کہلاتی۔ بہت سی باریک باتیں ہوتی ہیں۔ جو لمبے غور اور بڑے تجربہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ اسوقت تک وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ایک عام بیماری

ہمارے ملک میں یہ عام بیماری ہے۔ کہ ایک شخص جو عمر بھر کسی کام میں صرف کر دیتا ہے۔ اسکی رائے کے مقابلہ میں ایک ناتجربہ کار آدمی جھٹ اپنی رائے کو پیش کر دیگا۔ اور سمجھ لیگا۔ کہ دو منٹ بات سُنکر میں نے سب باتیں معلوم کر لی ہیں۔ اور یہ بیماری اسی خیال کا نتیجہ ہے۔ کہ وہ کام کے نظام اور کام میں فرق نہیں سمجھ سکتے۔ کام معمولی آدمی بھی کر سکتے ہیں۔ مگر کام کا نظام

صرف بہت بڑے ماہر بڑے غور کے بعد تجویز کر سکتے ہیں۔ ایک عمارت کا نقشہ ایک ماہر فن تجویز کرتا ہے۔ اور بنا ایک مستری بھی لیتا ہے۔

سفر کی غرض پر انگریزوں کو تعجب

خلاصہ یہ کہ ہمارے کام کی مشکلات میں سے ایک یہ مشکل ہے کہ اسکی اہمیت کو لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ حتیٰ کہ ابھی اپنی جماعت کے بعض لوگ بھی اسکو نہیں سمجھ سکتے۔ مگر یورپ کے لوگ فوراً سمجھ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کاموں کے عادی ہیں۔ اسقدر عرصہ سے ہم یورپ میں تبلیغ کر رہے ہیں۔ کبھی اسپر انگریزوں نے تعجب نہیں کیا۔ لیکن میرے سفر کی غرض معلوم کر کے تمام تعجب کر رہے ہیں۔ مکرمی ذوالفقار علی خان صاحب ایک کام کے لئے پچھلے دنوں شملہ گئے تھے۔ وہاں گورنمنٹ کے مختلف انگریز وزرا سے انکی گفتگو ہوئی۔ وہ شوق سے اس سفر کی غرض دریافت کرتے۔ اور جب غرض کو معلوم کرتے تو سخت حیرت کا اظہار کرتے۔ اور میری نسبت پوچھتے کہ کیا وہ اس کام کو ممکن خیال کرتے ہیں۔ بلکہ ایک وزیر نے تعجب سے کہا۔ کہ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یورپ مسلمان ہو کر پردہ کو بھی تسلیم کریگا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ جہاز پر جو انگریز اسکو سنتا ہے سخت تعجب کرتا ہے۔ ایک انگریز سے بعض دوستوں کی گفتگو ہوئی۔ جب اس نے سفر کی غرض سنی تو حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ کیا آپکو کے نیوٹ کا قصہ معلوم ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ تو کہنے لگا یہ ویسی ہی بات ہے۔

ایک بادشاہ کا قصہ

کے نیوٹ ایک انگریز بادشاہ تھا۔ اسکو خدا تعالیٰ نے بہت اقبال دیا تھا۔ ایکدن سمندر کے کنارے بیٹھا تھا۔ اسکے درباریوں نے خوشامد کے طور پر کہنا شروع کیا کہ تمہاری حکومت تو زمین اور سمندر بھی مانتے ہیں۔ وہ دانا بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی کرسی سمندر کے کنارے پر بچھائی اور وہاں بیٹھ گیا۔ وہ وقت مد کا تھا جسوقت سمندر میں جوش آتا ہے اور وہ میل میل خشکی پر چڑھ جاتا ہے۔ لہریں اٹھنے لگیں اور پانی کرسی کے گرد اونچا ہونے لگا۔ کے نیوٹ ظاہر میں غصہ کی شکل بنا کر لہروں کو حکم دیتا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ مگر پانی بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کے ساتھیوں کو جان کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اسوقت بادشاہ اٹھ کر خشکی کی طرف آیا۔ اور درباریوں سے کہا۔ کہ دیکھا تم کسقدر جھوٹ کہتے تھے۔

قصہ کا مطلب

اسکا یہ مطلب تھا کہ جس طرح کے نیوٹ بادشاہ کے حکم سے باوجود اسکے اقتدار کے سمندر پیچھے نہیں ہٹتا تھا اسیطرح یورپ کو ایشیائی طریق کا مسلمان بنانا ناممکن ہے۔ وہ کسی تدبیر سے اس امر کو قبول نہیں کر سکتا۔ مگر ادھر تو اس سفر پر انگریزوں کو اسقدر تعجب ہے۔ ادھر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ محض تبلیغ پر انہوں نے کبھی تعجب نہیں کیا۔ وجہ یہی ہے۔ کہ وہ جانتے ہیں۔ کہ منہ سے اسلام کا اقرار کرا کے اسلام سے ایک ظاہری تعلق تو یورپ کا پیدا کرایا جا سکتا ہے۔ مگر اسلام کے تمدن کا انکو عادی بنا دینا ناممکن ہے۔

یورپ کے اسلامی تمدن کو قبول نہ کرنیکا خطرہ

مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ اگر یہی بات ہو۔ کہ یورپ

اسلام کو قبول کرے۔ مگر اس کے تمدن کو قبول نہ کرے۔ تو یہ کیسی خطرناک بات ہوگی۔ اسلام جو تیرہ سو سال سے بالکل محفوظ چلا آیا ہے۔ اس کی شکل کس طرح بدل جائے گی۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی غرض کس طرح باطل ہو جائیگی۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ **پھر یورپ میں تبلیغ کے کام کو چھوڑ دو۔** کیونکہ یورپ کسی غیر معروف بے کس آدمی کا نام نہیں۔ جو اپنے گھر میں بیٹھا رہتا ہے۔ اسکو اگر ہم اکیلا چھوڑ دیں۔ تو ہمیں کوئی حرج نہیں۔ یورپ ایک زندہ طاقت کا نام ہے۔ جس کی مثال اس ریچھ کی ہے۔ جسے چھوڑنے کے لئے مسافر تو تیار تھا۔ مگر وہ مسافر کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔ یورپ کا مذہب۔ یورپ کا تمدن۔ یورپ کا علم دنیا کو کھا رہا ہے۔ اور کھاتا چلا جا رہا ہے۔ ہمارا اسکو چھوڑ دینا یہ مطلب رکھتا ہے۔ کہ ہم اسے چھوڑ دیں۔ کہ وہ اسلام کا جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسکو بھی کھا جائے۔ اور ہماری ترقی کا میدان بالکل تنگ ہو جائے۔ ہم جسقدر آدمیوں کو ایک سال میں احمدی بناتے ہیں۔ اس سے کئی گنے لوگوں کو یورپ اپنا شکار بنا لیتا ہے۔ اور پھر یورپ کی تصنیف کردہ کتب ہمارے بچے بھی پڑھتے ہیں۔ اور ان سے متاثر ہونے کے خطرہ میں ہیں۔ پس یہ بالکل ناممکن ہے کہ ہم یورپ کو چھوڑ دیں۔

یورپ میں تمدن چھوڑنے میں مشکلات

اب دوسری صورت یہ ہے کہ ہم یورپ میں سرنگ لگانی شروع کر دیں۔ اور اس کے بغیر ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں۔ مگر یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ ایک دن میں چار پانچ کروڑ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ اور انکا الگ انتظام قائم ہو جائے۔ وہ الگ اپنی سوسائٹی قائم کر لیں۔ لیکن اگر ایک ایک دو دو کر کے لوگ مسلمان ہوں تو وہ یورپ میں رہ کر یورپ کے تمدن کو چھوڑنا چاہیں بھی تو نہیں چھوڑ سکتے۔ مثلاً پردہ ہے۔ اول تو وہاں برادری اور دوستوں کے طنز کی برداشت ہی نو مسلم کے لئے ناممکن ہے۔ اور اگر وہ تیار ہو۔ تو پھر وہاں کے حالات روک ہیں۔ پردہ کرنیوالے ملکوں میں مکان ایسے بنائے جاتے ہیں۔ کہ عورتیں گھر میں رہ کر بھی ہوا کھا سکیں۔ صحن ضرور ساتھ ہوتے ہیں۔ مگر یورپ میں الگ صحن کا رواج نہیں۔ صرف کمروں میں لوگ رہتے ہیں۔ اب یہ خیال کرنا۔ کہ ایک نو مسلم رات اور دن ایک کمرہ میں بیٹھی رہے۔ بالکل عقل کے خلاف ہے۔ پھر ایک اور سوال یہ ہے۔ کہ وہاں گذارہ اسقدر گراں ہے۔ کہ مرد کو سارا دن محنت کرنی پڑتی ہے۔ وہ گھر کے کام میں عورت کی مدد نہیں کر سکتا۔ عورت اگر سودا نہ لائے تو گھر کا کام چل نہیں سکتا۔ وہ پردہ کرے تو گھر کا سودا کسطرح لائے۔ بے شک وہ نقاب سے کام لے سکتی ہے۔ اور عورت کو سودا خریدنا منع نہیں ہے۔ مگر پھر ایک اور دقت ہے۔ اور وہ یہ کہ یورپ ہندوستان کی طرح نہیں۔ وہاں گلیوں میں اسقدر موٹر چلتا رہتا ہے۔ کہ جب تک آنکھیں پھاڑ کر اور ہوشیار ہو کر آدمی نہ چلے۔ اس کی جان ہر وقت خطرہ میں ہے۔ ایک ایک شہر میں سینکڑوں آدمی ہر سال موٹروں کے نیچے آکر مر جاتے ہیں۔ پس نقابیں پہنکر عورتوں کا پھرنا نہایت خطرناک اور موجب

ہلاکت ہے۔ چند مسلمان ہونیوالی عورتوں یا مردوں کے لئے حکومتیں اپنے قانون نہیں بدلیں گی۔ مکانوں والے اپنے مکان نہیں توڑ ڈالینگے۔ پھر وہ لوگ کریں تو کیا کریں۔ یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ ورنہ سینکڑوں دقتیں ہیں۔ جو مغرب کی تبلیغ کے رستہ میں ہیں۔ اور جن میں سے بہت سی ایسی ہیں۔ کہ ان میں مغربی نو مسلم مجبور معلوم ہوتا ہے۔ پس یہی ہوگا۔ کہ وہ اسلام کو قبول کر کے بھی اپنی رسموں کو نہیں چھوڑیگا۔ اور مسلمان ہونے کے بعد جب وہ وہی کام کرتا رہے گا۔ جو وہ پہلے کرتا تھا تو آہستہ آہستہ اسمیں یہ خیال پیدا ہو جائیگا۔ کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام ایک بدلی ہوئی صورت میں یورپ میں قائم ہو جائیگا۔ اور ان سے آگے وہ اسلام ساری دنیا میں پھیل جائیگا۔ جس طرح یورپ نے مسیحیت کو تباہ کیا تھا۔ العیاذ باللہ۔ وہ اسلام کو بھی دوستی کے جامہ میں تباہ کر دیگا۔

پس ہم دو آگوں میں ہیں۔ اور ہماری مثال وہی ہے۔ کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ اس مشکل کا علاج سوچنے کے لئے۔ یا وہاں کے مقامی حالات معلوم کرنے کے لئے۔ تاکہ مبلغوں کی سختی سے نگرانی ہو سکے۔ اور جہاز کو چٹانوں میں سے بہ حفاظت گذارا جا سکے اس سفر کی ضرورت پیش آئی ہے۔ اور غالباً اب آپ لوگ سمجھ گئے ہونگے۔ کہ کیسی مشکل غرض ہے۔ سوائے خدا تعالیٰ کی مدد کے ہم اس مشکل کو حل نہیں کر سکتے۔ مسلمان بنانا آسان ہے۔ مگر اسلام کو ان سے بچانا مشکل ہے۔ اور اسوقت میرے سفر کی یہی غرض ہے۔

یورپ میں اشاعت اسلام کے متعلق خطرہ

یورپ کے واقف کہتے ہیں۔ کہ یہ ناممکن ہے۔ یورپ ضرور اسلام لائیگا۔ مگر وہ ساتھ ہی اسلام کو بگاڑ دیگا۔ اور اس کی شکل کو بالکل مسخ کر دیگا۔ بالکل ممکن ہے۔ کہ یورپ میں چاروں طرف سے اللہ اکبر کی آوازیں آنے لگیں۔ اور سب جگہ گرجوں کی جگہ مسجدیں بنجائیں۔ لیکن یہ فرق ظاہر کا ہوگا۔ لوگ تثلیث کی جگہ توحید کا دعوےٰ کرینگے۔ مسیح کی جگہ رسول کریم صلعم کی عزت زیادہ کرینگے۔ مسیح موعودؑ پر ایمان لائیں گے۔ گرجوں کی جگہ مسجدیں بنائیں گے۔ مگر ان میں وہی ناچ گھر وہی عورت اور مرد کا تعلق۔ وہی شراب۔ وہی سامان عیش نظر آئیں گے۔ یورپ یہی رہے گا۔ گو وہ بجائے عیسائی کہلانے کے مسلمان کہلائیگا۔ میری عقل یہی کہتی ہے۔ کہ حالات ایسے ہی ہیں۔ مگر میرا ایمان کہتا ہے۔ کہ تیرا فرض ہے۔ کہ تو اس مصیبت کو جو اگر اسلام پر نازل ہوئی تو اسکو کچل دیگی۔ دور کرنے کی کوشش کر۔ غور کر۔ اور فکر کر۔ اور دعا کر۔ پھر غور کر اور فکر کر۔ اور دعا کر۔ اور پھر غور کر اور فکر کر اور دُعا کر۔ کیونکہ تیرا خدا بڑی طاقتوں والا ہے۔ شاید وہ کوئی درمیانی راہ نکال دے۔ اور اس تباہی کو جو اسلام کے سامنے ایک نئے رنگ میں کھڑی ہے۔ دور کر دے۔ غیر احمدیوں کے لئے یہ وقت ہے کہ یورپ اپنی مخالفت

سے انکو تباہ کر دیگا۔ ہمارے لئے یہ مشکل ہے۔ کہ یورپ اپنی دوستی سے ہمارے دین کو برباد کر دیگا۔ وہ تو اپنی حالت پر خوش ہیں۔ ہم لوگ خوش نہیں ہو سکتے۔ انکو حکومتوں کی فکر ہے۔ اور ہمیں اسلام کی۔ پس ہمارا فرض ہے کہ اس مصیبت کے آنے سے پہلے اسکا علاج سوچیں۔ اور یورپ کی تبلیغ کے لئے ہر قدم جو اٹھائیں اسکے متعلق پہلے غور کر لیں۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ وہاں کے حالات کا عینی علم حاصل نہ ہو۔ پس اسی وجہ سے باوجود صحت کی کمزوری کے میں نے اس سفر کو اختیار کیا ہے۔

جماعت کیلئے انذار

اگر میں زندہ رہا تو میں انشاء اللہ اس علم سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرونگا۔ اگر میں اس جدوجہد میں مر گیا تو **اے قوم میں ایک نذیر عریان کی طرح تجھے متنبہ کرتا ہوں۔** کہ اس مصیبت کو کبھی نہ بھولنا۔ اسلام کی شکل کو کبھی نہ بدلنے دینا جس خدا نے مسیح موعود کو بھیجا ہے۔ وہ ضرور کوئی راستہ نجات کا نکال دیگا۔ پس کوشش نہ چھوڑنا۔ نہ چھوڑنا۔ نہ چھوڑنا۔ آہ نہ چھوڑنا۔ میں کس طرح تمکو یقین دلاؤں کہ اسلام کا ہر اک حکم ناقابل تبدیل ہے۔ خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا۔ جو چیز سنت سے ثابت ہے وہ ہرگز نہیں بدلی جا سکتی۔ جو اسکو بدلتا ہے وہ اسلام کا دشمن ہے۔ وہ اسلام کی تباہی کی پہلی بنیاد رکھتا ہے۔ کاش وہ پیدا نہ ہوتا۔ مگر اسکے یہ بھی معنے نہیں کہ تم دنیا کے حالات سے آنکھیں بند کر لو۔ اور بعض نادانوں کی طرح کہدو کہ پھر یورپ کی تبلیغ پر لاکھوں روپیہ صرف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یورپ سب سے بڑا دشمن اسلام کا ہے۔ وہ مانے نہ مانے تمہاری کوشش کا کوئی اثر ہو یا نہ ہو تمکو اُسے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اگر تم دشمن پر فتح نہیں پا سکتے تو تمہارا یہ فرض ضرور ہے۔ کہ اس کی **نقل و حرکت** کو دیکھتے رہو۔ تا وہ تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھا کر تم پر فتح نہ پا سکے۔ اور پھر میں کہتا ہوں۔ کہ یہ کسی کو کس طرح معلوم ہوا۔ کہ یورپ آخر اسلام کو قبول نہیں کریگا۔ **یورپ کے لئے تو اسلام کا قبول کرنا مقدر ہو چکا ہے۔** ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم دیکھیں۔ کہ وہ ایسی صورت سے اسلام کو قبول کرے۔ کہ اسلام ہی کو نہ بدل دے۔ پس ہم اگر یورپ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو ہماری مثال اس کبوتر کی ہوگی۔ جو بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ اب میں محفوظ ہو گیا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ہمکو جب تک صحیح راستہ معلوم نہ ہو۔ ان لوگوں کے مسلمان بنانے پر زیادہ زور نہ دیں۔ مگر یورپ میں ایسے مشن رہنے چاہئیں جو ہر وقت حالات کو تاڑتے رہیں۔ اور موقع کے منتظر رہیں۔ نہایت ضروری ہے۔ قرآن کریم حکم دیتا ہے۔ ورابطوا۔ ہمیشہ دشمن کی سرحد پر اپنے آدمی رکھو جو اسکی نقل و حرکت کو دیکھتے رہیں۔ جس دن مسلمانوں نے اس حکم سے غفلت کی۔ اسی دن سے وہ تباہ ہونے لگے۔ اور اگر تم بھی روپیہ کے خرچ سے ڈر کر یا کسی اور سبب سے ایسا کرو گے۔ تو تم بھی تباہ ہو گے۔ خدا تمکو بچائے۔ اور تمہارا حافظ و ناصر ہو۔

مسیح موعود کے قائمقام کے سفر یورپ کا ذکر قرآن میں

میں آخر میں اس امر کے بیان کرنے سے بھی

نہیں رک سکتا۔ کہ یورپ کی طرف مسیح موعودؑ یا آپکے کسی جانشین کا اس غرض سے سفر کرنا جس غرض سے مینو گیا ہی قرآن کریم میں ہی مذکور ہے پس معلوم ہوتا ہی کہ اس قسم کے سفر کے بغیر اسلام کی حفاظت کامل نہیں ہو سکتی۔ یہ ذکر سورۂ کہف میں ہی جہیں اللہ تعالیٰ ذو القرنین کی نسبت فرماتا ہی حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ط قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ط قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ہ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِ الْحُسْنٰى ج وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ط (کہف ع ۱۱) یعنی

ذو القرنین ایک راستہ کیطرف چلا۔ یہاں تک کہ وہ مغرب کے ملکوں میں پہنچ گیا۔ اور دیکھا کہ یہ ممالک جہاں سورج ڈوبتا ہی ایک گدلے چشمے کی طرح ہیں۔ جن میں پانی تو ہے۔ مگر بودار اور گندہ جو استعمال کے قابل نہیں رہا۔ اور اس نے اس چشمہ کے پاس ایک قوم دیکھی جس کی نسبت ہمنے ذو القرنین سے کہا کہ تو انکے متعلق کوئی فیصلہ کر یا تو یہ فیصلہ کر۔ کہ یہ تباہ کردیئے جائیں۔ اور یا تو ان سے ایسا سلوک کر کہ انکی حالت اچھی ہو جائے۔ ذو القرنین نے جواب میں کہا۔ کہ جو ظلم کرنیوالا ہوگا اس کو تو ہیں عذاب دونگا۔ اور پھر وہ خدا کی طرف لوٹایا جائیگا۔ یعنی مر جائیگا۔ اور اسکو ایسا سخت عذاب ملیگا جو کسی کو کم ہی ملا ہوگا اور جو شخص ایمان لائیگا۔ اور نیک عمل کریگا۔ پس اسکو نیک جزا ملیگی اور ہم اسے اپنے احکام سہولت کیساتھ اور آسانی کیساتھ سمجھائینگے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں۔ کہ **ذو القرنین** آپکا نام ہے۔ اور گدلے چشمہ سے مراد مسیحی تعلیم ہے جو ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ مگر اب وہ خراب ہو گئی ہے۔ اور استعمال کے قابل نہیں۔ مغرب کے لوگ اس چشمہ کے پاس ہیں۔ یعنی اس گندی تعلیم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور قرآن کریم کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

پس جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کے مطابق ذو القرنین آپ ہیں۔ اور مغربی ممالک سے مراد یورپ و امریکہ کے لوگ ہیں۔ جو مسیحیت کے چشمہ پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعودؑ یا ان **کے کسی جانشین کو مغربی ممالک کا سفر کرنا ہوگا**۔ کیونکہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ فَاَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ۔ ذو القرنین ایک ملک کی طرف گیا۔ جو مغرب میں تھا۔ پس یہ سفر قرآن کریم کی اس پیشگوئی کے مطابق ہے۔ نبیوں کے جانشین چونکہ نبیوں کے قائمقام ہوتے ہیں انکا کام نبیوں کا کام ہی کہلاتا ہے۔ پس خلیفۃ المسیح موعودؑ کا جانا ایسا ہی ہے جیسے کہ خود مسیح موعودؑ کا جانا۔

سفر کی پیشگوئی قرآن میں

پس یہ سفر درحقیقت ایک پیشگوئی کے ماتحت ہے۔ جو ایسی اہم ہے کہ قرآن کریم میں اسکو بیان فرمایا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سفر تبلیغ کیلئے نہیں۔ بلکہ تبلیغ کے متعلق اصول طے کرنے اور علم حاصل کرنے کے لئے کیا جائیگا۔ کیونکہ اگر تبلیغ کے لئے سفر ہوتا تو یہ نہ کہا جاتا۔ کہ اب خواہ انکو ہلاک کر۔ خواہ انکی بھلائی کی تدبیر کر۔ کیونکہ جو شخص تبلیغ کے لئے جاتا ہے یہ سمجھ کر جاتا ہے کہ یہ لوگ بچائے جانے کے قابل ہیں۔ نہ کہ وہ جاتا تو تبلیغ کے لئے ہے۔ اور سوچنے لگ جاتا ہے کہ میں انکو ہلاک کردوں پس صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعودؑ یا آپکا جانشین خالی الذہن ہو کر جائیگا۔ اور وہیں جا کر فیصلہ کریگا کہ ان لوگوں سے

کیا کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ اسکو اختیار دیگا۔ کہ وہ کامل غور اور فکر کے بعد جو چاہے کرے۔ خواہ تو انکو اپنے کفر میں چھوڑ دے۔ تاکہ اس دنیا میں کفر کے عذاب میں مبتلا رہیں۔ اور اگلے جہان میں دوزخ اور خدا تعالیٰ سے بُعد کے عذاب میں مبتلا ہوں۔ اور یا پھر ان میں تبلیغ کو جاری کرنیکا فیصلہ کرے۔ اور انکی بہتری کی تجویز کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نتیجہ پر وہ پہنچے گا۔ وہ بین بین ہوگا۔ اور اسمیں مختلف حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف تدابیر کو اختیار کیا جائیگا۔ وہ فیصلہ کیا ہوگا اسے اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا ہے۔ اور چونکہ ابھی وقت نہیں آیا۔ وہ مجھ پر ظاہر نہیں ہے۔ اسلئے میں اس کا اعلان نہیں کر سکتا۔ ہاں اصول اللہ تعالیٰ نے بتا دیئے ہیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے یہ کام لے۔ اور اس پیشگوئی کا ظلّی طور پر مجھے مصداق بننے کا موقع دے۔

غرض اے بھائیو۔ مسیح موعودؑ یا انکے کسی جانشین کا مغربی ممالک میں جانے اور وہاں جاکر ان کے متعلق آیندہ تبلیغ کے متعلق رائے قائم کرنیکی خبر قرآن کریم میں دیگئی ہے۔ اور گویا تمام اس سفر کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے۔ جو اسوقت پیش آیا ہے۔

سفر یورپ مسیح موعودؑ کی صداقت کا نشان

اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان ثبوت ہے۔ کیونکہ یہ سفر بالکل خدا تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت ہؤا ہے۔ کسے چند ماہ پہلے اس سفر کا خیال بھی تھا۔ اور پھر کسکو معلوم تھا۔ کہ اس تحریک کے ہونے کے بعد باوجود سخت طبیعت میں بیزاری ہونیکے میں اس سفر پر جانے پر راضی ہو جاؤں گا۔ اور جماعت کی نوّے فیصدی رائے یعنی ہر دس انجمنوں میں سے نو انجمنیں اس امر کی رائے دینگی کہ مجھے ولایت جانا چاہیئے۔ اور پھر کسکو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ اسقدر جلد سامان بھی جمع ہو جائیگا۔ پس احباب کو چاہیئے کہ سفر کی جو غرض ہے اور جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ اسکو یاد رکھیں کیونکہ اس کے یاد رکھنے میں ہی اسلام کی نجات ہے۔ اور اسکے بھلا دینے میں اسلام کی تباہی۔ اگر آپ لوگ اس کام کی اہمیت کو جو میں نے اوپر بیان کیا ہے یاد رکھیں گے تو اسکے خطرات کے ازالہ کی طرف بھی آپکو توجہ ہوگی۔ اور اگر آپ صرف زید اور بکر کو مسلمان کرنیکی خوشی میں رہیں گے تو سخت خطرہ ہے۔ کہ ایمان برباد ہو جائے۔ اور اسلام مِٹ جائے۔ العیاذ باللہ:۔

سفر کی غرض کو پورا کرنا خدا ہی کا کام ہے

اے بھائیو! اصل غرض سفر کی تفصیل سے بیان کر دینے کے بعد میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا اس غرض کو پورا کرنا انسان کا کام ہے۔ اس انگریز نے سچ کہا جسنے اس سفر کو سمندر کی لہروں پر حکومت کرنیکے خیال کے مترادف بتایا۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ کام ایسا ہی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اور اسکے نتائج بظاہر کم سے کم ایک صدی کا وقت چاہتے ہیں سوائے اسکے کہ خدا تعالیٰ رحم کرکے ہماری زندگیوں میں یہ نظارہ ہمیں دکھا دے کہ مغرب میں اسلام پھیلے۔ اور اسطرح پھیلے۔ کہ وہ لوگ اسلام کو اپنے مطابق نہ بنائیں بلکہ اسلام کے مطابق خود بنجا دیں۔ اور ایسی سکیم تیار ہو جائے۔ کہ جسکے بعد اسبات کا خطرہ نہ رہے کہ مغربی تمدن اسلام کے اندر تغیر کر سکیگا۔ پس اس کام کیلئے آپ لوگ جسقدر دُعائیں کریں تھوڑی ہیں۔ بیشک آپ لوگ یہ دعا کریں کہ اس سفر میں تبلیغ کا بھی کوئی پہلو پیدا ہو جائے تو کچھ حرج نہیں مگر اصل زور دعاؤں کا اس امر پر ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ وہ تدبیریں سمجھا دے کہ جنکی مدد سے یورپ کو حقیقی طور پر اسلام میں داخل کیا جا سکے۔ اور اسلام یورپ کے تمدن کے ایسے اثر سے جو اسلام کی حقیقت کے خلاف ہو محفوظ رہے۔

قادیان دارالامان کی عمارتی ترقی

"تشحیذ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں ایک فہرست مکانات شائع ہوئی تھی۔ اب اسکے بعد کی فہرست شائع کیجاتی ہے۔ تا معلوم ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کس صفائی سے پوری ہو رہی ہے۔"

(۳۷) خان غلام محمد صاحب گلگتی (۳۸) صفدر علی خانصاحب (۳۹) حیدر ابراہیم درزی (۴۰) محمد اسمعیل جلد ساز (۴۱) مہنگا ترکھان (۴۲) سید محمود عالم صاحب (۴۳) عبداللہ ٹیلر (۴۴) مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل (۴۵) بابو فضل احمد صاحب ہیڈ کلرک (راولپنڈی) (۴۶) حافظ سلطان حامد صاحب ملتانی (۴۷) سید احمد جلال آبادی (۴۸) لال دین زرگر (۴۹) مرزا یسین شاہ صاحب راہوں (۵۰) بیوہ الٰہی بخش صاحب مرحوم (۵۱) مفتی محمد صادق صاحب جنرل سکرٹری انجمن احمدیہ (۵۲) دفتر دعوت تبلیغ (۵۳) دفتر انسداد ارتداد (۵۴) بوخرڈاک (۵۵) دفتر امور عامہ (۵۶) دفتر ناظر اعلیٰ صاحب (۵۷) دفتر سکرٹری صدر انجمن احمدیہ (۵۸) حضرت میاں بشیر احمد صاحب (۵۹) مسجد اقصیٰ اضافہ (۶۰) تکیہ ناصر شاہ صاحب (۶۱) بابا محمد حسن صاحب (۶۲) منشی محمد حسین صاحب کاتب (۶۳) چودھری علی محمد صاحب (۶۴) ڈاکٹر فضل کریم صاحب (۶۵) مدد خانصاحب (۶۶) ڈاکٹر نور بخش صاحب (۶۷) حسن محمد صاحب سیالکوٹی (۶۸) مرزا مہتاب بیگ صاحب درزی (۶۹) مستری اللہ بخش صاحب (۷۰) منشی اسماعیل صاحب کلرک بیت المال (۷۱) نواب الدین معمار (۷۲) خدا بخش ٹھیکیدار چھاؤنی سیالکوٹ (۷۳) منشی نور محمد صاحب کلرک امور عامہ (۷۴) شیخ نور الدین صاحب دوکاندار (۷۵) مولوی غلام رسول صاحب پٹھان (۷۶) حافظ جمال احمد صاحب (۷۷) نظام جان حکیم (۷۸) عبدالرحمن صاحب کاغانی (۷۹) قاری غلام یسین صاحب (۸۰) غلام محمد صاحب سب انسپکٹر (۸۱) خلیفہ نظام الدین (۸۲) یتامیٰ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ (۸۳) عبدالرحیم افغان (۸۴) الیاس افغان (۸۵) نذر محمد افغان (۸۶) منشی عبدالکریم صاحب (۸۷) اللہ یار صاحب ٹھیکیدار (۸۸) آرائیں (۸۹) رمضان دوکاندار (۹۰) امام بی بی حاجن (۹۱) عبداللہ کمہار (۹۲) محمد دین صاحب مرحوم (۹۳) احمد دین صاحب درزی (۹۴) محمد فاضل صاحب سب اوورسیر فیروزپوری (۹۵) شریف مغل (۹۶) شیخ یعقوب علی صاحب (اضافہ) (۹۷) فرزند علی صاحب ۔ ۔ (۹۸) قاضی اکمل صاحب (بالاخانہ) (۹۹) منشی محمد اشرف صاحب (بالاخانہ) (۱۰۰) محمد دین صاحب حمدی کھاریاں ۔ ۔ (۱۰۱) مستری فضل کریم و عبدالکریم صاحب ۔ ۔ ۔

دور الضعفاء (۱۰۲) حضرت میر ناصر نواب صاحب ۵۰ مکان (۱۰۳) محمد شاہ دینا نصاحب متوکل ۔

دارالعلوم:- (۱۰۴) محمد دین صاحب دبندار (۱۰۵) ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب و حرم کوٹی (۱۰۶) نعمت اللہ خانصاحب کلرک دفتر مدرسہ احمدیہ (۱۰۷) منشی علی گوہر صاحب پٹواری مرحوم (۱۰۸) ڈاکٹر عبدالغنی صاحب ملازم افریقہ (۱۰۹) نور ہاسپٹل احمدیہ (۱۱۰) قاضی محمد ظہورالدین صاحب (۱۱۱) محمد دین مالی۔

محلہ دارالرحمت:- (۱۱۲) احمدیہ سٹور قادیان (۱۱۳) مرزا عمر بیگ صاحب (۱۱۴) امام بخش صاحب لاہوں (۱۱۵) محمد یعقوب صاحب مستری (۱۱۶) محمد اسحاق صاحب دوکاندار (۱۱۷) مستری محمد دین (۱۱۸) بھائی عبدالرحیم صاحب نومسلم (۱۱۹) مولوی فضل الدین صاحب وکیل (۱۲۰) حضرت میاں بشیر احمد صاحب برائے برکت علی صاحب (۱۲۱) چودہری صادق علی صاحب تحصیلدار (۱۲۲) نظام الدین صاحب شاہدریہ (۱۲۳) مائی اللہ جوائی۔ قصور (۱۲۴) محمد حسین صاحب بٹ افریقہ (۱۲۵) مولوی محمد علی صاحب (۱۲۶) نظام الدین صاحب تحصیلدار (۱۲۷) ملک غلام حسین باورچی (۱۲۸) غلام حیدر صاحب پٹواری۔ تلونڈی راہوالی (۱۲۹) میاں میراں بخش صاحب گجرات (۱۳۰) عبدالرحیم صاحب ۔ ۔ مرحوم (۱۳۱) ڈاکٹر فضل دین صاحب (۱۳۲) محمد حسین صاحب درزی (۱۳۳) ڈاکٹر ولایت شاہ صاحب (۱۳۴) منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل قادیانی (۱۳۵) مولوی غلام رسول صاحب راجیکی مبلغ (۱۳۶) اللہ دتا صاحب گجراتی۔ (۱۳۷) محمد دین صاحب حجام گجراتی (۱۳۸) حکیم چراغ علی صاحب (۱۳۹) مستری احمد دین صاحب بیڑ والا (۱۴۰) میاں میراں بخش صاحب گجراتی (۱۴۱) امین اللہ صاحب ملہیاں (۱۴۲) شادا صاحب تیلی سیکھواں۔ (۱۴۳) حافظ محمد اسحاق صاحب (۱۴۴) فضل حق صاحب کاہنواں (۱۴۵) مولوی فضل الدین صاحب مبلغ اوچے مانگٹ (۱۴۶) مولوی ارجمند خان صاحب مولوی فاضل (۱۴۷) ابراہیم صاحب کشمیری بٹ۔ (۱۴۸) محمد بخش صاحب ٹھیکیدار (۱۴۹) غلام رسول صاحب (۱۵۰) محمد حیات صاحب کنسٹیبل (۱۵۱) منشی محمد صالح صاحب کلرک ریویو انگریزی (۱۵۲) امیر دین صاحب درزی ڈیریوالہ (۱۵۳) منشی فضل دین صاحب کلرک سٹور احمدیہ (۱۵۴) بافندہ سیکھوانی :-

محلہ دارالفضل:- (۱۵۵) حضرت نواب صاحب (۱۵۶) ماسٹر محمد دین صاحب مبلغ امریکہ۔ (۱۵۷) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل (۱۵۸) حضرت میاں شریف احمد صاحب (۱۵۹) نبی بخش صاحب (۱۶۰) فضل دین صاحب تیلی (۱۶۱) بدر دین صاحب (۱۶۲) اہنگا تیلی (۱۶۳) محمد دین صاحب زرگر۔ (۱۶۴) حکیم محمد اسمٰعیل صاحب (۱۶۵) اسمٰعیل صاحب چپڑاسی (۱۶۶) ڈاکٹر منظور احمد صاحب بھیروی۔ (۱۶۷) ولایت حسین صاحب (۱۶۸) عبداللہ صاحب جٹ (۱۶۹) بوٹا صاحب زمیندار (۱۷۰) ماسٹر حسین خانصاحب (۱۷۱) مولوی عبدالسلام صاحب کاٹھگڑہی (۱۷۲) چودہری غلام محمد صاحب۔

(۱۷۳) ماما چودھری حاکم دین صاحب (۱۷۴) فضل دین صاحب لوہار (۱۷۵) شمس الدین صاحب (۱۷۶) منشی برکت علی صاحب کلرک بیت المال (۱۷۷) مولوی ابراہیم صاحب مُبلّغ بقاپوری (۱۷۸) چودھری کرم الٰہی صاحب بقاپوری (۱۷۹) مستری قادر بخش صاحب (۱۸۰) سید عزیز الرحمٰن صاحب۔ (۱۸۱) کرم داد خان صاحب۔ (۱۸۲) منشی عطا محمد صاحب (۱۸۳) رحیم بخش ترکھان (۱۸۴) اللہ دتا ترکھان (۱۸۵) مولوی عبد الخالق صاحب مبلّغ (۱۸۶) ڈاکٹر عطر دین صاحب (۱۸۷) ماسٹر فضل الٰہی صاحب (۱۸۸) محمد سعید صاحب (۱۸۹) بابو فخر الدین صاحب (۱۹۰) عبد المجید پسر قدرت اللہ خانصاحب مرحوم (۱۹۱) مولوی محمد یحییٰ صاحب (۱۹۲) علی گوہر تیلی یکہ بان (۱۹۳) امیر دین صاحب کشمیری (۱۹۴) نذر حسین صاحب بلوچ (۱۹۵) محمد شفیع صاحب اسلم (۱۹۶) فضل محمد صاحب متعلم۔ (۱۹۷) چودھری غلام سرور صاحب (۱۹۸) رحیم بخش صاحب (۱۹۹) رسالدار صاحب بلوچ۔ (۲۰۰) حق نواز خانصاحب بلوچ (۲۰۱) منشی نور احمد صاحب مختار (۲۰۲) ماسٹر نواب الدین صاحب۔ (۲۰۳) پیر محمد یوسف صاحب (۲۰۴) عبد الرحمٰن صاحب ٹھیکیدار بھٹہ (۲۰۵) غلام محی الدین صاحب تھانیدار (۲۰۶) فضل دین و عمر دین صاحب (۲۰۷) کاکا صاحب آرائیں (۲۰۸) ماسٹر خیر دین صاحب۔

شذرات

دریا پھٹ گئے

نیروبی۔ ۶ ر اگست۔ کینیا میں زمین کے اندر زلزلہ آنے سے سمبورو اور ترکانا کے شمالی اضلاع میں شدید دھماکو ہوئے۔ قبائل اپنے مواشی جنوب کی طرف پانی کے لئے لا رہے ہیں۔ کیونکہ ترکانا اور سگوٹو کے دریا پھٹ گئے ہیں۔ انکا پانی گرم اور پینے کے ناقابل ہو گیا ہے۔ (سبیل)۔ قرآن مجید میں ایسے حادثات کی قبل از وقت خبر دی جا چکی ہے۔ فرمایا وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ)

ترکوں کے موجودہ مذہبی حالات

جن ترکوں کے لئے ہمارے ہندوستان کے مسلمان ایسے بے چین ہیں کہ اپنی گورنمنٹ سے بھی بگاڑ میں تامل نہیں اور جنہیں خلافت کا اہل سمجھا گیا ہے انکی حالت مندرجہ ذیل اقتباسات سے ظاہر ہے۔

(۱) مسجد میں درس کیوں ہوا؟ اس کی شہر میں ایک مسجد کے اندر چند آدمیوں نے دینیات کے درس تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ان پر مقدمہ چلا دیا گیا۔ (سبیل ۸ ر اگست)

(۲) ترکی قانون مذہب کے ماتحت نہیں رہ سکتا۔ ترکی محب وطن مصطفےٰ کمال پاشا نے نیویارک ہیرلڈ

میں ایک مضمون شائع کرایا ہے جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ خلیفۃ المسلمین کی معزولی کی وجہ یہ تھی۔ کہ ہم لوگ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ایک اکیلے انسان کے ہاتھ میں اسقدر حقوق دیدیئے جائیں۔ کیونکہ اس سے ملک کو بہت نقصان پہونچتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اسی طرح ہمنے اپنے مذہبی لیڈروں کے حقوق کو بھی نیست و نابود کر دیا ہے۔ مگر جو مذہب ٹرکی میں رہے گا اسے ترکی کے قانون کے ماتحت رہنا پڑے گا۔ اگر وہ مذہب ترکی قانون کو ماننے کے لئے تیار نہیں تو اس کے لئے ترکی میں کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ (وکیل ۱۸ اگست)

"کثرت ازدواج کو روکنے کا قانون بنانا مشکل ہو گیا تھا۔ کیونکہ خود خلیفہ نے بہت سی عورتوں سے شادی کر رکھی تھی۔ جب ہم لوگوں نے فیصلہ کیا کہ عورتیں گھونگھٹ نہ کیا کریں خلیفہ کی طرف سے اس میں بھی رکاوٹ ڈالی گئی۔ ایسی طاقت رہنے سے ملک کی ترقی میں رخنہ اندازی ہوتی ہے۔ (وکیل ۱۸ اگست)

دو سے زیادہ بیویاں رکھنا جرم ہو گیا

ٹرکی مجلس ملیہ میں تعداد ازدواج کے متعلق ایک قانون زیر پیش ہے۔ اس قانون کا مقصد یہ ہے کہ مخصوص حالتوں میں دوسری بیوی کی اجازت دیجا سکتی ہے۔ اور نکاح ثانی کے وقت عدالت کی اجازت لینی پڑے گی۔ دیگر تمام صورتوں میں تعدد ازدواج جرم خیال کیا جائیگا۔ بیوی کی لاولدی کی صورت میں دوسری بیوی کی اجازت ہو گی۔ (ولایتی ڈاک) (وکیل ۱۱ اگست)

سیلاب سے خوفناک تباہی

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق مختلف آفات نے تمام عالم میں اپنا دامن پھیلا رکھا ہے۔ کہیں جنگ ہے کہیں طاعون کہیں ہیضہ کہیں کوئی اور وبا۔ حال ہی میں سیلاب نے جو تباہی پھیلائی ہے وہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے ملاحظہ ہو۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اس زمانے کے لوگ اپنے وقت کے **نوح** نبی کو پہچانیں اور اس پر ایمان لائیں۔

لاکھوں مکانات دریا برد ہو گئے

مدراس ۱۷ اگست سکرٹری گورنمنٹ مدراس نے انجمن خدام ہند کو بذریعہ تار حسب ذیل اطلاع دی ہے۔ مالابار میں ۵۰ ہزار مکان دریا برد ہو گئے۔ اور پرائیویٹ جائداد کو سخت نقصان پہنچا۔

ترچنا پلی میں دو ہزار آدمی بے خانماں ہو گئے۔ مکانات اور جائداد کے نقصان کا اندازہ ابھی تک نہیں ہو سکا۔ شہر میں وبائے ہیضہ پھیلی ہوئی ہے۔ بکنبٹور میں ۶ ہزار مکان تباہ ہو گئے۔ اور ۲۴ ہزار آدمی بے خانماں پھر رہے ہیں۔ تنجور میں ۳ ہزار مکانات بہ گئے۔ یہ تخمینہ دو تعلقوں کا ہے۔ باقی دو تعلقوں کا تخمینہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ تہ آب ہیں۔ دو تعلقوں میں ۱۵ ہزار آدمی بے گھر پھر رہے ہیں۔

کلکٹر مدورا نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے۔ کہ جھیل پھیریار کا پانی سطح سے ۲ فٹ اونچا ہو گیا ہے۔

کالی کٹ کی خبر مظہر ہے۔ کہ دریائے پلا منتھوں میں پھر طغیانی آگئی ہے۔ جو موٹریں فوراً نور کی طرف ڈاک لیکر جا رہی تھیں وہ بارش کے باعث رُک گئیں۔ دریا والیا پوزہ بھی طغیانی پر ہے۔ بداگارہ کی خبر مظہر ہے کہ زوردار آندھی کے باعث کئی مکانوں کے چھپر اُڑ گئے۔ اور درخت جڑوں سے اُکھڑ گئے۔ ٹراونکور گورنمنٹ کی رپورٹ مظہر ہے کہ زمین دھس جانے کے باعث ۱۰۶ آدمی مارے گئے۔ بہت سے پُل دریا بُرد ہو گئے۔ ریلوے لائن منارہ سے ڈوپے اسٹیشن تک رُکی ہوئی ہے۔ قابل کاشت اراضی کا بہت بڑا حصہ زیر آب ہے۔ یہاں دس ہزار لوگ پناہ گزین ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ پرورین۔ ۹۰ فیصدی مکانات بہ گئے گورنمنٹ اور میونسپلٹیوں نے ابتک امداد کے طور پر ۴۲ ہزار ۳ سو ۷۰ روپیہ خرچ کیا ہے۔ (سِول ۱۱ اگست ۱۹۲۳ء)

سندھ میں خوفناک سیلاب

امسال دریائے سندھ میں اسقدر طغیانی ہوئی۔ کہ دریائے اٹک کی پنسال تقریباً ۹۰ فٹ تک پہنچی۔ زمانہ حال کے جو بزرگ اس وقت ۷۰۔۸۰ سال کی عمر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ نہیں کہتے کہ کسی سال بھی زیادہ سے زیادہ اٹک کی پنسال ۵۰ فٹ سے اوپر ہوئی ہو۔ یا جن جگہوں پر اب پانی آیا ہے کبھی پہلے بھی آیا ہو۔ پانی ہمارے ہاں ۲۰ جولائی کو پہنچا۔ مگر اتنے زور سے کہ کسی کو سنبھلنے تک نہ دیا۔ اور نہ کسی کو پتہ لگا۔ کہ پانی آنیوالا ہے۔ سیلاب کیا طوفان ہی طوفان تھا۔ جہاں جہاں قدیمانہ نہری بند پانی کی رکاوٹ کے لئے ہمیشہ سے بندھے ہوئے تھے انکے اوپر سے گذرتا ہوا سیلاب چلا گیا۔ مکانات و مناج (جو کہ سیٹھ لوگوں کا ہزاروں بوریوں کی تعداد میں گھروں اور سراؤں میں پڑا تھا) سامان ضروریات ہر قسم چند منٹوں میں ہی سیلاب کی نذر ہو گیا۔ غربی حصہ میں ہزاروں گھر جن کی لاگت لاکھوں تک پہنچتی تھی۔ بالکل برباد ہو گئے ہیں۔ جن کی اب بنیادیں بھی نہیں ملتیں۔ اناج اسقدر ڈوب گیا ہے۔ کہ جس کا اندازہ شاید لاکھ یوری تک پہنچ جاوے۔ کپاس۔ چاول۔ تل۔ جوار اور باجرہ کی فصل بالکل تباہ ہو گئی ہے۔ جس کے نقصان کا اندازہ لاکھوں تک پہنچیگا۔ (پرتاب ۱۳ اگست)

کوچین میں سیلابات

اخبار مدراس میل کا نامہ نگار مقیم کوچین اس کا بیان ہے۔ کہ جنوبی ہند میں تباہی خیز طغیانی کے باعث موپلہ اور دیسی عیسائیوں کو بہت نقصان ہوا۔ بے شمار خاندان بالکل مفقود الخبر ہیں بہت سی لاشیں دیکھی گئی ہیں۔ ایک اور عورت کی لاش پائی گئی تھی۔ جو وضع حمل (بچہ جننے) کی حالت میں بہہ گئی تھی۔ (پرتاب ۲۷ اگست)

چین میں سیلاب سے شدید تباہی

شنگھائی۔ ۱۳ اگست چین میں خوفناک سیلابات آئے ہیں۔ کہ جن کی وجہ سے وسیع رقبہ جات زیر آب ہیں۔ نقصان جان کا اندازہ تقریباً ۵۰ ہزار لگایا جاتا ہے۔ کئی شہروں اور لاکھوں دیہات کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ پیکنگ میں ہزاروں مصیبت زدہ

لوگ آرہے ہیں۔ کلگان میں بند ٹوٹ جانے سے چار ہزار آدمی غرق ہو گئے ہیں۔ چینی سپاہی بند بنانے کے کام میں سرگرمی سے مصروف ہیں۔ سلسلہ آمد و رفت بند ہو گیا ہے۔ لیکن چہلی۔ ہونن اور کوانٹنگ سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان سے پایا جاتا ہے کہ وسیع تباہی ہوئی ہے۔ اور قحط کے آثار نمایاں ہیں۔ بین الاقوامی قحط ریلیف کمیٹی کے خیال میں ۱۵ لاکھ آدمیوں پر اسکا اثر ہے۔ (پرتاب ۲۰ اگست)

موجودہ علماء اسلام کی حالت

ایک بزرگ نے روزنامہ سبیل امرتسر میں اپنے علماء اسلام کو اور اپنے ہم مذہب بھائیوں کو یوں جھاڑ ڈالی ہے۔

مسلمانان ہندوستان نے انگریزوں کے ساتھ ہمیشہ یہ تکرار کی کہ خلیفۃ اسلام کو حاکمانہ اقتدار سے محروم کرنا مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں مداخلت ہے۔ لیکن جب گذشتہ ایام میں مجلس ملیہ انگورہ نے ایک ایسی قرارداد منظور کی جس کی رو سے سلطان عبدالمجید خان کو دنیوی اقتدار سے محروم کر دیا گیا۔ سخت عبرت ہے۔ کہ ہندوستان۔ مصر۔ افغانستان اور چین کے مسلمانوں نے بلا تامل دنیوی اقتدار سے محروم خلیفے کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور وہ ایسے الفاظ بھول گئے کہ "روحانی خلافت" کے لئے دنیائے شریعت میں کوئی جگہ نہیں"۔ کیا سلطان عبدالمجید خان کی حیثیت "پوپ" سے کچھ بھی زیادہ اہم تھی؟ کیا ہمنے صدہا مرتبہ یہ اعلان نہ کیا تھا۔ کہ پوپ نما خلافت سرے سے ناجائز اور ناقابل تسلیم ہے؟

اور پھر ہمنے اس ناجائز اور غیر شرعی خلافت کے ہاتھ پر جو بیعت کی۔ تو کیا اس کے صاف معنے یہ نہیں ہیں کہ جو کچھ ایک وقت میں ہمنے قرار دیا ہے۔ دوسرے وقت میں اس کو خود ہی پس پشت ڈالدیا۔ اور کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ہم اسوقت تک اپنے آپ کو بھولے ہوئے ہیں۔ آگے چلئے۔

ہمنے ہمیشہ ترکانِ احرار کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے اپنے مطالبات میں اس امر پر زور دیا ہے کہ جزیرۃ العرب اور مقامات مقدسہ پر ترکانِ احرار اور خلیفۃ اسلام کا قبضہ بحال رہنا چاہیئے۔ لیکن واقعات کیا کہتے ہیں؟ ترکی قوم نے جو اس دنیا میں منصب خلافت کی حامل اور امین ہے۔ از خود اس تمنا کو پامال کر دیا ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمنے ترکی نقطۂ نظر کو سمجھنے کے بغیر یہ بے نتیجہ اور عبث رٹ لگائی تھی؟ آہ کہ ہم کہتے ہیں۔ مگر ترکوں کے مطالبات میں کہیں بھی قبضۂ "حجاز" کی آرزو موجود نہیں ہے۔ آگے چلئے۔

اسوقت تحریک خلافت اپنے آخری مرحلہ میں ہے۔ اور تنسیخ خلافت کے اعلان و ظہور نے اُن تمام حقائق و معارف پر پانی پھیر دیا ہے۔ جو خلافت کے متعلق سرزمین ہند میں اتباک بیان کئے گئے تھے۔ اگرچہ مجلس ملیہ کا فیصلہ سرتاپا ہمارے خیالات و تخیلات کے خلاف ہے۔ تاہم ہر طرف دردناک تاویلیں کی جا رہی ہیں اور علماء ہندوستان پھر ایک بار یہ کہنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مجلس ملیہ کا فیصلہ اسلامی شریعت کو مطابق ہی

یعنی عہدہ خلافت ایک خاص شخص کے سپرد کر دینے کی نسبت "انگورہ پارلیمنٹ" کے سپرد کر دینا احکام شریعت سے زیادہ قریب ہے! اگرچہ یہ بات برملا کہی جاتی ہے۔ مگر دُنیائے اسلام میں اس قسم کی "جماعتی خلافت" کی ایک مثال بھی موجود نہیں۔ کوئی تعجب نہیں کہ اس طرز عمل سے ہم آہستہ آہستہ شریعت اسلامی کی حقیقت اہمیت اور متانت کو ہاتھ سے کھو دیں گے۔ ہر بات کے متعلق یہ کہنا کہ یہی اسلام ہے! یہی اسلام ہے! کس قدر حماقت اور ناسمجھی ہے؟

درحقیقت دین الحق کا جو استخفاف ان علماء کی ہاتھوں سے ہو رہا ہے۔ وہ بتا رہا ہے۔ کہ یہ لوگ اب اس قابل نہیں رہے۔ کہ ان کا اتباع کیا جاسکے:۔ (روزنامہ سبیل ۱۳ اگست)

کانگرس کیونکر چلے

حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنے رسالہ الاساس الاتحاد میں اس اصل پر زور دیا ہے۔ کہ آرگنیزیشن کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کے دروازے ہر ایک خیال کے لوگوں کے لئے کھلے رکھے جائیں۔ خواہ وہ سوراج کا قائل ہو۔ خواہ وہ ہوم رول کا دلدادہ ہو۔ خواہ وہ امن پسندوں میں ہو۔ خواہ خوشامدیان سرکار میں سمجھا جاتا ہو۔ خواہ وہ ہندو مسلم اتحاد کا حامی ہو۔ خواہ مسلمانوں کے کامل طور پر الگ رہنے کے اصل کا شیدا ہو۔ اسکو حق ہونا چاہیئے۔ کہ اس لیگ کا ممبر بنے اور اپنے خیالات سُنائے۔ دوسروں کے خیالات سُنے"

کانگرس کی تقویت بھی اسی اصول پر مبنی ہونی چاہیئے۔ مگر گاندھی جی نے پچھلے دنوں چند باتیں اپنے مذاق کے مطابق پیش کیں۔ اور اس بات پر زور دیا۔ کہ جو ان پر کاربند نہ ہو ان کا کانگرس میں کوئی حصہ نہ ہو۔ ریزولیوشن پیش ہونے پر جب گاندھی جی کو اپنی طاقت کا اندازہ ہؤا تو رد دیئے۔ آخر وہ اب آہستہ آہستہ اپنے خیالات سے واپس آ رہے ہیں۔ اور ملک میں بھی یہ حالت ہے۔ کہ یا تو جو کچھ گاندھی جی کہیں وہی برحق یا اب انکے خلاف کھلم کھلا آواز دی جا رہی ہیں۔ اور ایک نیرو دست پارٹی موجود ہوگئی ہے۔ ہمعصر پرتاپ لاہور کی بھی آنکھیں کھلی ہیں۔ وہ ۲۲ اگست کی اشاعت میں لکھتا ہے۔

کوئی وقت تھا۔ جبکہ مہاتما جی کا ایک ایک لفظ بمنزلہ قانون کے تھا۔ لیکن احمد آباد کانگرس کمیٹی کے اجلاس نے بتایا کہ نہ صرف سوراجیوں ہی کا ان سے اختلاف ہے۔ بلکہ ان لوگوں میں بھی جو مہاتما جی کے کٹر بھگت سمجھے جاتے تھے ایک پارٹی کھڑی ہوگئی ہے × × × × × × × × × × جو لوگ مہاتما جی کی گرفتاری سے پہلے ان کے اشارے پر ناچتے تھے آج ان سے دور دور رہتے ہیں۔ کیونکہ انکا دماغ مہاتما جی کے پروگرام کو نہیں مانتا۔

یہ فرق خود ساختہ لیڈروں اور خدا کے فرستادہ رہنماؤں میں ہمارے مسلمان بھائی جو گاندھی جی کی مقبولیت دیکھ کر اسے مہدی اور پیغمبر تک کہنے لگ گئے تھے۔ وہ غور کریں۔ ہمعصر موصوف گاندھی کے زوال پر دو چار آنسو بہا کر لکھتا ہے۔

مہاتما جی نے صرف چرخہ لے لیا ہے باقی سب پولیٹیکل پروگرام پس پشت ڈال دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کانگرس کا ..

پلیٹ فارم کمزور ہوگیا ہے × × (ہم) یہ نہیں چاہتے کہ جن لوگوں کو جو خرپا تنا دشواس نہیں جتنا ہونا چاہئے کو ہے باوجود دوسری ملکی سرگرمیوں میں زیادہ حصہ لینا چاہتے ہیں۔ انکے لئے کانگرس میں کوئی جگہ ہی نہ رہے۔ کانگرس کی پالیسی ایسی جامع ہونی چاہیئے کہ اسمیں وہ سب لوگ جو ہندوستان کے لئے جائز اور پرامن طریقہ سے سوراجیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ شامل ہوکر کام کرسکیں۔ اور سمجھ لیا جائے کہ کانگرس کے مختلف ویبھاگ ہیں × × اس طریق سے اگر کام کیا جائے۔ تو کانگرس مضبوط ہوگی۔

یہ وہی اصل ہے جسکو امام موصوف نے مسلم لیگ کیلئے پیش کیا اور جو کانگرس کے لئے بھی مفید ہو سکتا ہے۔ دنیا کے فرزند اس رائے کی پہلے قدر نہیں کرتے جو انکی بہتری کے لئے ظاہر کی جاتی ہے۔ لیکن واقعات کی تھپیڑیں کھا کر آخر وہی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور ہونگے۔ جو دنیا کے سچے اور حقیقی لیڈر کیطرف سے عین وقت پر ہدایت دیجاتی ہے اور اسکی بیسیوں مثالیں دیجاسکتی ہیں۔

مسلمانوں کی آمد سے پہلے یہود کی حالت

از روئے قانون وہ ہمیشہ حکمران قوم کے ذلیل افراد سے بھی ذلیل تر سمجھے جاتے تھے۔ انکو بہ نسبت اوروں کے ٹیکس زیادہ دینا ہوتا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہودیوں کو اجازت نہ تھی کہ وہ اس چیز کے کھانے سے پرہیز کریں۔ جو انکے دین کے موافق حرام ہے (جیسے) ختنہ کی ۔ ۔ ۔ ۔ رسم ادا کرتے تھے۔ تو اسکا نتیجہ انکی ضبطی جائداد اور قتل ہوتا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ یہودیوں کے ساتھ دشمنی کرنے میں اسے بڑھا رہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ قانوناً کسی عیسائی عورت سے شادی نہیں کرسکتے تھے۔ نہ میراث میں کچھ اُن کا حق تسلیم کیا جاتا تھا۔ نہ انکو غلام رکھنے کی اجازت تھی۔ جب کوئی بادشاہ کسی گرجا کی کوئی جائداد نظر کرتا تھا۔ تو بے وجہ بلا کسی حق کے اور بغیر پابندی کسی رسم قدیم یہودیوں کی آزادی اور انکی جائدادیں ضبط کرلیتا تھا اور وہ سب اوقات کنیسہ کا جزو سمجھتے تھے انکو اپنی ہی ایجاد کردہ کلوں سے کام لینے کی اجازت نہ تھی۔

مسلمانوں کے عہد میں یہود کی حالت

اپنے بادشاہ کی قدردانی اور مرحمت خسروانہ کے بھروسہ پر یہود رعایائے اسلامی نے اپنے لئے اس نمونے پر ایک نظام قائم کیا۔ جو ان کے بزرگوں کا تھا۔ اور جس کو کوئی حلیم سے حلیم بادشاہ بھی جائز نہ رکھتا ۔ ۔ ۔ یعنی وہ یہودیوں کے کسی اعلیٰ خاندان سے کسی شخص کو انتخاب کرکے اس کو اپنا بادشاہ بنا لیتے تھے۔ یہ بادشاہ اپنے دیوانی و فوجداری حکام اور دینی مقتدا منتخب کرتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ مسلمان خلفاء اس نظام کو دیکھتے تھے۔ اور خوش ہوتے تھے۔ (معارف جولائی)

ترکستان میں زلزلہ سے نقصان :۔ آرآباد۔ ۲۰ اگست پاؤنیر کا نامہ نگار مقیم مشہد کا ۱۷ اگست کا تار جس میں ضلع (سوویٹ ترکستان) کے زلزلہ کی تفصیلات دی ہوئی ہیں۔ مظہر ہے۔ کہ اہمیش کے نواح میں تین گاؤں بالکل برباد ہوگئے۔ اور کئی آدمی ہلاک ہوگئے۔ چار ہزار سے زائد عمارتیں برباد ہوگئیں۔ خانماں برباد آدمیوں کی تعداد ۴۷۴۸ کے قریب ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا سفر یورپ

۱ - ۱۵ رجولائی حضور جہاز پر بمبئی سے سوار ہوئے +

۲ - ۲۹ رجولائی کا تار ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح و حضور کے خدام بخیریت پورٹ سعید پہنچ گئے +

۳ - ۱۱ رجولائی کا تار - ہم آج رات قاہرہ سے بیت المقدس اور دمشق کیطرف روانہ ہو رہے ہیں بہت سے ذی اثر اصحاب اور علماء سے ملاقات ہوئی - قاہرہ ہمارے سلسلہ کی اشاعت کے لئے اچھا میدان معلوم ہوتا ہے +

۴ - یکم اگست - بیت المقدس میں بہت سے ذی اثر اصحاب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رض سے ملاقات کی اور حضور کے ہمراہیوں سے بھی انکی ملاقات ہوئی - ان میں مسائل حاضرہ اور خاصکر مسئلہ خلافت پر تبادلہ خیالات ہوا - قاہرہ کے لوگوں نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق بہت دلچسپی کا اظہار کیا - ۳۱ رجولائی حضرت خلیفۃ المسیح یروشلم پہنچے اور ۲ راگست کو پریزیڈنٹ کونسل نے حضور کے اعزاز میں ایک ٹی پارٹی دی جس میں شہر کے معززین کو حضور سے ملاقات کرنیکے لئے مدعو کیا - پریزیڈنٹ صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق حضور سے بہت دیر تک سلسلہ گفتگو جاری رکھا - ۳ راگست فلسطین کے ہائی کمشنر نے حضور کو دعوت پر مدعو کیا - اور حضور نے اسلامی دنیا کی موجودہ سیاسی حالت پر اور اہل اسلام کے مفاد کی نگہداشت کے متعلق گفتگو کی + اطلاع ملی ہے کہ حضور کے اس سفر نے یروشلم کے لوگوں میں ہلچل پیدا کر دی ہے - یروشلم سے حضور ۴ راگست دمشق تشریف لیگئے +

۵ - دمشق توقع سے بہت بڑھ چڑھ کر کامیابی ہوئی (الحمد للہ) علماء ہماری کامیابی کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے اور دیکھے بوڈ گیے ہمارے پاس آکر التجا کی کہ ملک کے سکون میں خلل انداز نہ ہوں کیونکہ عرب لوگ احمدی نہیں ہونگے - اسمیں جب علماء ناامید ہو گئے تو پھر انہوں نے شرارت کا پہلو اختیار کیا لیکن پریس (اخبارات) کو ہمارے معاملہ میں بہت دلچسپی پیدا ہو گئی اور چار روزانہ اخبارات کے نمائندے ملاقات کیلئے آتے رہے بعض ملاقاتیں گھنٹوں تک رہیں - اخبارات نے لمبے لمبے تعریفی مضامین شائع کئے - دمشق کے تعلیم یافتہ طبقہ نے نہایت گہری دلچسپی لی - تمام وہ اخبارات جنہیں ہمارے مشن کے متعلق خبریں اور مضامین نکلتے تھے کثرت سے فوراً فروخت ہو جاتے تھے - ملاؤں نے فساد پیدا کرنے اور فتنہ اٹھانیکی کوشش کی مگر نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ نے انکو ملامت کی - آخری تین روز ہمارا ہوٹل ملاقات کرنیوالوں کے ہجوم سے ہر وقت گھرا رہتا تھا - جو خواہشمند ان ملاقات میرے کمرے میں بیٹھنے کیلئے جگہ نہ پاتے تھے وہ میرے رفقاء کے ارد گرد جمع ہو جاتے تھے - آخری دن صبح کے دس بجے سے لیکر رات کے دس بجے تک ہمارے ہوٹل میں ہر وقت دو سو سے لیکر سات سو تک کا مجمع رہا - پولیس نے انتظام میں صرف چند مخصوص کو ہوٹل کے اندر باری باری آنیکی اجازت دی تھی - ہم دمشق سے بہت سویرے روانہ ہوئے تاہم قریباً دو سو آدمی دور دور سے ہمیں الوداع کہنے کیلئے جمع ہو گئے اور بہت تپاک سے ہماری مشایعت کی - کثرت سے لوگ اسٹیشن تک آئے - اگر یہاں مشن کھولا جائے تو صدہا آدمی فوراً جماعت میں داخل ہونیکے لئے تیار معلوم ہوتے ہیں +

۶ - ۱۳ راگست کا بے تار برقی پیغام - آج یورپ کیطرف روانہ ہو گئے + ۷ - ۲۳ راگست کا تار - ۲۲ تاریخ حضرت خلیفۃ المسیح مع رفقاء لندن پہنچ گئے +

اپنی صحت سے غافل نہ رہیئے

اسمیں توکوئی شک نہیں کہ ایک تندرستی ہزار نعمت ہے۔ اگر تندرستی میں فرق ہے تو دنیا کی دولت بیکار ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ایسے بہت کم لوگ ہیں جو اپنی صحت سے غافل رہ کر کسی مفید چیز سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ عرق پودینہ کی ہری پتیوں سے بنا ہے۔ بدہضمی۔ پیٹ کا پھولنا متلی۔ نفخ۔ ریاح وغیرہ کے لئے نہایت ہی مجرب ہے۔ بچوں کے لئے اس سے بہتر کوئی دوا نہیں ہے ہر گھر گرہست کو اس سے غافل نہ رہنا چاہیئے۔ صرف قیمت فی شیشی صرف چودہ آنہ محصولڈاک

دیکھئے ایڈیٹر صاحبہ ”پردہ نشین آگرہ“ کیا لکھتی ہیں؟

عرق پودینہ آجکل جبکہ موسم خراب ہے اور جگہ جگہ بدہضمی اور ہیضہ کی شکایتیں پھیلی ہوئی ہیں اس عرق کا ضرور استعمال ہونا چاہیئے۔ اسکی شیشی کھولتے ہی معلوم ہوتا ہے گویا پودینہ کے کھیت میں کھڑے ہیں۔ یہ عرق معدہ کے تمام امراض کو مفید ہے اور فصلی بخار وغیرہ کا محافظ ہے۔

ایڈیٹر پردہ نشین آگرہ

ہیلک

یہ ہر قسم کے گھاؤ۔ درد۔ باتہ۔ موچ۔ گانٹھ۔ گلٹی۔ جھائیں۔ مہاسہ۔ چکت۔ ہاتھ پیروں کا پھٹنا۔ روکھاپن۔ بواسیر۔ آگ سے جلے ہوئے گھاؤ۔ جلن۔ چوٹ کیوجہ سے درد یا خون کا بہنا وغیرہ وغیرہ کیلئے حکمی دوا ہے۔ چوہے۔ بلی۔ مکڑی۔ برنی۔ بچھو وغیرہ کے کاٹے ہوئے جگہ سے زہر دور کرنیکے لئے ہیلک ایک شرطیہ دوا ہے۔ فٹ بال۔ کرکٹ۔ جمناسٹک کے کھلاڑیوں کیلئے ہیلک روزانہ استعمال کی چیز ہے اس کے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں ہوتی۔ فی زمانہ اس قسم کی تمام دوائیوں کے تجربہ کرنے پر ہیلک سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی۔ ہر گھر گرہست کو

ہیلک کی ایک ڈبیہ ضرور رکھنا چاہیئے +

قیمت فی ڈبیہ ۱۰ ار محصولڈاک

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ